لاہور
ہفت روزہ

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

09

مسلسل اشاعت کا
32واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

7تا13 شعبان المعظم 1444ھ/28فروری تا6مارچ2023ء

سرچشمۂ ہدایت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبروں میں واحد پیغمبر ہیں جو ہر زمانہ اور ہر طرح کے حالات میں تقلید واقتداء کے لائق ہیں، جن کی زندگی میں ایک غریب اور ایک دولت مند کو، ایک کمزور اور ایک طاقتور کو، ایک تاجر اور ایک حاکم کو، ایک بھائی، ایک باپ کو، ایک بیٹے اور ایک شوہر کو، ایک معاہدہ کرنے والے اور ایک برسر جنگ آدمی کو، ایک مسرور اور ایک غمگین کو، ایک بیمار اور ایک تندرست کو، ایک جوان اور ایک بوڑھے کو مستقل ہدایات اور عملی نمونے حاصل ہو سکتے ہیں۔ پھر پیغمبروں کی صف میں تنہا وہ پیغمبر ہیں جن کی پوری زندگی کے واقعات، خلوت وجلوت کے حالات اور روحانی، جسمانی، اخلاقی اور مزاجی کیفیات پوری تفصیل اور پوری تاریخی صحت کے ساتھ محفوظ ہیں اور ہر شخص ان سے استفادہ کر سکتا ہے۔ پھر ان کے ساتھ ان کے ساتھیوں کی بھی تاریخ محفوظ ہے، جنہوں نے زندگی کے مختلف حالات، حکومت، دولت وقوت کے امتحانات اور ان کی تعلیمات میں خود کو کامیاب ثابت کیا۔

پھر ان کی شریعت میں وہ اصول وکلیات اور زندگی کے وہ حدود وقوانین ہیں جن پر ہر بدلے ہوئے زمانہ اور دنیا کے ہر مقام میں صالح تمدن، فاضل معاشرہ اور عادل سیاست کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے، اور انسانی صلاحیتوں کو نشوونما اور ترقی حاصل کرنے کا پورا موقع مل سکتا ہے اور جن کی روشنی میں یہ پوری دنیا اپنے کمالِ مطلوب کی طرف مجموعی حرکت کر سکتی ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

اس شمارے میں

جہالتِ جدیدہ بمقابلہ جہالتِ قدیمہ
قیامت کی ہولناکی اور نتائج
پاکستان کا مستقبل (3)
پاکستان میں آئین شکنی کی تاریخ
اسلام میں خیر خواہی کی اہمیت
مفادات کے قیدی

الھدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ
1025

قرآن کریم ایک عظیم الشان کتاب

سُورۃُ الشُّعَرَاء | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 192 تا 194

وَ اِنَّہٗ لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِہِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰی قَلۡبِکَ لِتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ ﴿۱۹۴﴾

آیت: ۱۹۲ ﴿وَاِنَّہٗ لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۹۲﴾﴾ ''اور یقیناً یہ (قرآن) تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے نازل کردہ ہے۔''

آیت: ۱۹۳ ﴿نَزَلَ بِہِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ ﴿۱۹۳﴾﴾ ''اُترے ہیں اسے لے کر روح الامینؑ۔''

''الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ'' (امانت دار روح) سے مراد جبریل امین علیہ السلام ہیں۔

آیت: ۱۹۴ ﴿عَلٰی قَلۡبِکَ لِتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ ﴿۱۹۴﴾﴾ ''آپؐ کے دل پر تاکہ آپؐ ہو جائیں خبردار کرنے والوں میں سے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں اصل مہبطِ وحی آپؐ کا قلبِ مبارک تھا اور قلبِ مبارک کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح وحی کو قبول (receive) کرتی تھی۔ بنیادی طور پر انسانی علم کی دو اقسام ہیں۔ ایک علم تو وہ ہے جو انسان کو اس کے حواسِ خمسہ کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ اکتسابی علم (Acquired knowledge) ہے۔ دوسرا علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہِ راست انسانی قلب یا روح پر نازل ہوتا ہے۔ اس Revealed knowledge کی سب سے محفوظ اور مصدقہ صورت وحی کی ہے جو فرشتے کے ذریعے صرف انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہوتی تھی اور اسے شیاطین کی دخل اندازی سے مکمل طور پر محفوظ رکھا جاتا تھا۔ البتہ وحی کا دروازہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے۔ اس قسم کے براہِ راست علم (وہبی علم) کی جو صورتیں عام انسانوں کے لیے ممکن ہو سکتی ہیں ان میں الہام، القاء، کشف، رؤیائے صادقہ (سچے خواب) وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی ذریعے سے حاصل ہونے والا علم دین اور شریعت میں حُجت نہیں بن سکتا۔ دین اور شریعت میں حُجت صرف قرآن اور سنّت ہی ہیں۔

درس حدیث

وہ دُعا جو خصوصیت سے قبول ہوتی ہے

عَنۡ اُمِّ الدَّرۡدَاءِ رضی اللہ عنہا قَالَتۡ: اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقُوۡلُ: ((دَعۡوَۃُ الۡمَرۡءِ الۡمُسۡلِمِ لِاَخِیۡہِ بِظَہۡرِ الۡغَیۡبِ مُسۡتَجَابَۃٌ عِنۡدَ رَاۡسِہٖ مَلَکٌ مُوَکَّلٌ کُلَّمَا دَعَا لِاَخِیۡہِ بِخَیۡرٍ قَالَ الۡمَلَکُ الۡمُوَکَّلُ بِہٖ اٰمِیۡنَ وَلَکَ بِمِثۡلٍ)) (رواہ مسلم)

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ''کسی مسلمان کی اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دُعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے پاس ایک فرشتہ ہے جس کی یہ ڈیوٹی ہے کہ جب وہ اپنے کسی بھائی کے لیے (غائبانہ) کوئی اچھی دعا کرے تو وہ فرشتہ کہتا ہے کہ: ''تیری یہ دعا اللہ قبول کرے، اور تجھے بھی اسی طرح کا خیر عطا ہو (جیسے کہ تو نے اپنے بھائی کے لیے دعا کی ہے)۔''

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
7 تا 13 شعبان المعظم 1444ھ جلد 32
28 فروری تا 6 مارچ 2023ء شمارہ 09
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہالتِ جدیدہ بمقابلہ جہالتِ قدیمہ

جہالت قدیم ہو یا جدید، انسانی معاشرے کے لیے ہمیشہ تباہ کن ثابت ہوئی۔ جہالتِ قدیمہ کیا تھی؟ غلاموں کی منڈیاں لگتی تھیں اور انسان کی خرید و فروخت سرِ عام اور سرِ بازار ہوتی تھی۔ ہوا کی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ حاکمِ وقت جس کی زبان قانون کا درجہ رکھتی تھی وہ اپنے کسی ناپسندیدہ شخص کو سزا دینے کا یہ طریقہ بھی اختیار کر لیتا تھا کہ اجتماع عام میں اُسے بھوکے شیر کے پنجرے میں ڈال دیا جاتا تھا۔ جب شیر بنی آدم کی چیر پھاڑ کرتا تو یہ مجمع قہقہے اور ٹھٹھے لگاتا تھا۔ لیکن تب دنیا بہت بڑی تھی۔ پہیہ ابھی ایجاد نہیں ہوا تھا۔ مواصلاتی نظام انتہائی سست رو تھا۔ میڈیا نامی کوئی شے نہ تھی۔ بات سینہ بہ سینہ آگے پہنچتی لہٰذا اچھائیوں اور برائیوں کے اثرات محدود رہتے تھے۔ ایک قبیلہ سے دوسرے قبیلہ تک پہنچ بھی جاتے تب بھی علاقائی حدود نہ پھلانگ سکتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض برائیاں افراد اور نجی سطح پر ہونے کے باوجود اُسی معاشرے میں پوری طرح نفوذ نہ کر سکیں۔ مثلاً معاشی سطح پر سود تھا لیکن جب دو افراد قرض کا لین دین سود کی بنیاد پر کرتے تو وہی دو افراد یا زیادہ سے زیادہ وہی دو گھرانے متاثر ہوتے تھے۔ معاشرے اور سوسائٹی پر بحیثیت مجموعی اُس کے اثرات بہت کم اور جزوی پڑتے تھے۔ ظلم تھا، کفر تھا، شرک تھا، کذب بیانی تھی، لڑائی جھگڑے تھے، لیکن جو کچھ تھا ظاہر و باہر تھا، منافقت نہ ہونے کے برابر تھی۔ لیکن آج کا دور جسے جدید دور کہا جاتا ہے، اس میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کو یہ کرّہ ارض کم پڑ رہا ہے اور وہ انسان کے لیے چاند اور مریخ پر جگہ تلاش کر رہی ہے۔ اور اپنے معاشرہ کو بزبانِ خود مہذب معاشرہ کہا جاتا ہے۔ بڑے پُرزور اور پُرجوش انداز میں یہ الفاظ ادا کیے جاتے ہیں Our Civilized Society۔ سیاسی اور عمرانی سطح پر جمہوریت کو اور جمہوری طرزِ حکومت کو ترقی کے زینہ کا آخری Step قرار دیا جاتا ہے۔ گویا انسانی اجتماعیت نے اس شعبہ میں چوٹی سر کر لی ہے اور منزل پا لی ہے۔ لہٰذا فرمودہ مغرب یہ ہے کہ سیاسی اور عمرانی سطح پر یہ End of the History ہے۔ آیئے، ہم بھی اس جدید دور پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔ قرآنِ مجید کے اس حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے جو اُمتِ مسلمہ کو مخاطب کرتے ہوئے دیا گیا ہے اور جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ کسی فرد یا قوم کی دشمنی تمہیں انصاف کی راہ سے نہ ہٹا دے۔ اس حکم کو ایک اصول تصور کرتے ہوئے ہم جدید دور کا جائزہ لیتے ہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی معاشرہ دورِ قدیم کا ہو یا جدید کا کلیتاً اچھائی اور خیر سے محروم نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ اچھائی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اِسے مسخ کیا جا سکتا ہے، کُچلا جا سکتا ہے، ختم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہر معاشرے میں کسی نہ کسی درجے میں، کسی نہ کسی انداز میں موجود رہے گی، ناپید نہیں ہوگی۔ لہٰذا ہم نے نہ ہی دورِ قدیمہ کی اچھائیوں کا ذکر کیا ہے نہ ہی دورِ جدیدہ کی اچھائیوں کا ذکر کریں گے، یہ جتنی ہیں کم ہیں۔ اچھا معاشرہ وہ ہے جس میں اچھائی غالب ہو اور برا معاشرہ وہ ہے، جس میں برائی غالب ہو۔ لہٰذا قدیم اور جدید معاشرے کا ذکر اور تقابل برائیوں کی نسبت و تناسب سے ہوگا۔ جدید دور میں انسان کھلی منڈی میں خریدا اور بیچا نہیں جاتا۔ مالیاتی اداروں کے چمکتے دمکتے دفاتر میں انسانی گروہ، جماعتیں اور اقوام بِک جاتی ہیں اور خرید لی جاتی ہیں۔ یعنی فرد براہِ راست خریدا نہیں جاتا، گروہوں، جماعتوں اور اقوام کے واسطے سے فروخت ہوتا ہے۔ پھر جماعتوں اور قوموں کے سربراہ اُسے re-sale کرتے ہیں۔ منافع دو جگہ تقسیم ہونے کی وجہ سے دورِ جدید کے انسان کو دورِ قدیم کے انسان کی نسبت اپنی قیمت کم وصول ہو رہی ہے۔ کیونکہ انسانوں کے لاٹ فروخت ہوتے ہیں۔ لہٰذا اُس کی مارکیٹ ویلیو کم ہو گئی ہے اور وہ پہلے کی نسبت سستے داموں فروخت ہونے پر مجبور ہے۔ سود آج کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ جاہلیت جدیدہ میں سود (معاذ اللہ) ناگزیر سمجھا جاتا ہے۔ بلا سود

معیشت کا تصور بھی احمقانہ ہے (نقل کفر کفر نباشد) نظروں سے اوجھل ہی سہی لیکن حقیقت یہ ہے کہ پرانے زمانے کا سود جو انفرادی طور پر لیا جاتا تھا ایک فرد یا ایک گھرانے کو تباہ و برباد کرتا تھا، آج قرض صنعت کار، سرمایہ دار اور حکومتیں لیتی ہیں۔ سود در سود قوم کے ہر فرد کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ بنک میں سٹاک رہن سرمایہ دار رکھتا ہے۔ نتیجہ میں پیدا ہونے والی مہنگائی غریب کی گردن پر لاد دی جاتی ہے۔

سماجی سطح پر جائزہ لے لیں۔ پہلے عورتیں کنیزیں بنالی جاتی تھیں۔ اندرونِ خانہ عورتوں کی بے حرمتی کی جاتی تھی۔ آج آزادی نسواں کے نام پر اُنہیں بے لباس اور برہنہ کرکے شمع محفل بنا دیا گیا ہے۔ اُس کی عریاں تصاویر چوکوں میں آویزاں کی جاتی ہیں۔ قانونی اجازت کے ساتھ اُن کی البم ہوٹلوں کو فراہم کی جاتی ہے۔ مرد کے مساوی مقام اور شانہ بشانہ کام کرنے کا دلفریب جھانسہ دے کر اُسے معاشی حیوان بھی بنا دیا گیا ہے۔ فحاشی، بے حیائی اور عریانی کو یوں گھر گھر میں داخل کر دیا گیا ہے کہ غضِ بصر انتہائی مشکل ہو گیا ہے۔ مملکت خداداد پاکستان کو ہی لے لیجیے۔ ٹرانس جینڈر کے نام پر شرم و حیاء کا جنازہ نکال دیا گیا ہے۔ ٹرانس جینڈر ایکٹ نے گویا ہم جنس پرستی کے قبیح گناہ کو قانون کی محفوظ چھتری فراہم کر دی ہے۔ مملکتِ خداداد پاکستان میں بدترین جنسی گناہ (Sexual Perversion) پر مبنی فلموں کی کھلے عام نمائش جاری ہے۔ اسلام آباد کی ایک معروف نجی یونیورسٹی کے ایک 'ٹیچر' مقدس رحمی رشتوں کے مابین جنسی تعلق پر افسانہ نگاری کو طلبہ و طالبات کی 'تربیت' کا حصہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دارالحکومت میں کچھ ہی دنوں کے وقفہ سے اجتماعی زیادتی کے دو دلخراش واقعات کا ہو جانا ہمارے مجموعی اخلاقی انحطاط کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جب وفاقی دارالحکومت کا یہ حال ہو تو ملک کے دور افتادہ علاقوں میں کیا قیامت نہیں ڈھائی جا رہی ہوگی۔ عجب بات ہے کہ جب شرم و حیا کی بات کی جائے، ستر و حجاب کی بات کی جائے، غیر مخلوط نظام تعلیم کی بات کی جائے، عورت کا محرم کے ساتھ گھر سے نکلنے کی بات کی جائے، عورت کا رات کو گھر سے باہر نہ رہنے کی بات کی جائے، نکاح کے ''بندھن'' کی بات کی جائے، عورت کا اصل میدان کار گھر اور اگلی نسل کی پرورش قرار دیا جائے...... تو ہمارے کچھ نام نہاد مہذب ذہنیت کے حامل لوگوں کو انسانی حقوق بہت یاد آتے ہیں۔ غیر انسانی رویے کی بات ہوئی تو بلوچستان کے ایک سردار جو حکومتی وزیر بھی ہیں وہ اپنی نجی جیل میں مردوں اور عورتوں کو جانوروں کی طرح باندھ کر رکھتے ہیں۔ جن میں سے 3 کو کیڑوں مکوڑوں کی طرح مسل دیتے ہیں۔ بہرحال بدترین استحصال اور ظلم آج کے دور میں سیاسی سطح پر ہو رہا ہے۔ جرمنی کے ہٹلر کو بدترین گالیوں سے نوازا گیا اُسے اور نازیوں کو نفرت کا سمبل تو بنا دیا گیا لیکن ہٹلر ہی کے نازی وزیر خارجہ گوئبلز کی سیاست کو آئیڈیل بنا لیا گیا ہے۔ گوئبلز کا ایمان اور عقیدہ تھا کہ جھوٹ اتنا زیادہ بولو، تسلسل سے اور زور دار انداز میں بولو کہ سچ اُس کے سامنے دب جائے۔ یقین کیجیے کہ جدید ترقی یافتہ نام نہاد مہذب مغربی معاشرہ نے اس فیلڈ میں بعض معاملات میں اپنے مفادات کے حصول کے لیے گوئبلز کو بھی مات دے دی ہے۔ گوئبلز اکیلا تھا یا شاید اُس کے چند ساتھی ہوں، لیکن آج پورا مغربی میڈیا اپنی حکومتوں کے اشارے پر یہ فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ اس حوالہ سے ہزاروں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

نائن الیون کے بعد صرف دہشت گردی کا معاملہ لے لیں، یہودیوں اور عیسائیوں نے مسلمان حکمرانوں کی مدد سے کس طرح سیاہ نہیں گہرے سیاہ کو سفید ثابت کیا اور کیسے صاف اور اُجلے دامنوں کو کیمرہ ٹرک (Trick) سے دنیا کو داغدار اور گندہ دکھایا۔ دہشت گرد اور انتہا پسند کے الفاظ کا اتنا شور و غوغا کیا گیا کہ کانوں کے پردے جواب دے گئے۔

ہم چاہتے ہیں کہ جہالت قدیمہ اور جدیدہ کے عنوان کے تحت مغرب کی ان دو اصطلاحات سے بھی دو دو ہاتھ کر لیے جائیں۔ انتہا پسند (یعنی مغرب کا Extremist) ہمارا اپنا بیوروکریٹ اور ضرورت سے زیادہ پڑھا لکھا طبقہ یہ لفظ ناک اوپر کو چڑھا کر اور ہونٹ ٹیڑھے کرکے نفرت انگیز لہجے میں بولتا ہے، ہم اس بارے میں اپنی مختصر سی رائے دیتے ہیں۔ ہماری نگاہ میں اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات، نبی آخر الزماں ﷺ کی مبارک سنت اور صحابہ کرام ؓ کے افعال ہمارے لیے حجت کا درجہ رکھتے ہیں، جو اعتدال اور توازن کی معراج ہیں۔ اس سے کم، اس سے زیادہ اس کے علاوہ سب انتہا پسندی ہے۔ اگر اللہ کے احکامات کی پابندی اور سنتِ رسولؐ کی پیروی (جس میں مختلف شکلوں میں جہاد بھی شامل ہے) انتہا پسندی ہے تو ہم دل کی گہرائیوں سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہر مسلمان کو انتہا پسند بنا۔ اے اللہ انتہا پسندی ہمارا مقدر بنا دے۔ رہ گئی بات دہشت گردی کی تو پہلے دہشت گرد کی تعریف تو متعین کر لیں۔ دہشت گرد کون ہوتا ہے؟ کسے کس عمل کے بعد دہشت گرد قرار دیا جائے گا۔ عملی طور پر امریکہ اور مغرب کا رویہ تو یہ ہے کہ وہ خود بمباری کرے توپوں کے گولے برسا کر ہنستی بستی انسانی آبادیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دے۔ ڈیزی کٹر بموں سے انسانی جسموں کے پرزے اُڑا دے۔ انسانوں کو پنجروں میں بند کرکے اُن سے درندوں والا سلوک کرے۔ دوسری قوموں اور ملکوں پر بلا جواز اور ناجائز غاصبانہ قبضہ کرے۔ یہ سب کچھ امن کی خاطر ہے بلکہ یہی امن ہے اور اگر متاثرہ قوم یا افراد ردِعمل میں ہتھیار اُٹھائیں، ظلم کے خلاف ڈٹ جائیں اور جوابی حملے کریں اور اپنے ملک کو آزاد کرانے کی جدوجہد کریں تو یہ دہشت گردی ہے اور ایسا کرنے والے دہشت گرد ہیں۔ ہم کسی قیمت پر یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔

بہرحال ہمارا اصل موضوع جہالتِ قدیمہ اور جہالتِ جدیدہ تھا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جہالت ہر دور اور ہر طرح کی قابل مذمت اور قابل نفرت ہے، لیکن جہالت جدیدہ انسان پر ظلم و ستم ڈھانے اور اُسے انفرادی اور اجتماعی طور پر تباہ و برباد کرنے میں جہالت قدیمہ سے بازی لے گئی ہے اور اس کا انجام کسی خطے کی نہیں عالمی سطح پر تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ اپنے اور اپنے بندوں کے دشمنوں کو ہدایت دے اور اگر ہدایت اُن کی قسمت میں نہیں تو اس سے پہلے کہ وہ عالمی سطح پر تباہی پھیلائیں وہ خود تباہ و برباد ہو جائیں۔

نوٹ: یہ تحریر اداریہ کی صورت میں پہلے بھی شائع ہو چکی ہے اب مناسب حک و اضافہ کے ساتھ قندِ مکرر کے طور پر شائع کی جا رہی ہے۔

قیامت کی ہولناکی اور نتائج

(سورۃ عبس کی آیات 33 تا 42 کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 17 فروری 2023ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

جمعہ کے خطاب کا ایک بڑا مقصد تذکیر اور یاددہانی ہوا کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ہر دوسرے صفحے پر آخرت کے حوالے سے ہمیں متوجہ فرمایا ہے اور یہی وہ بنیادی نکتہ ہے کہ اگر آخرت سامنے ہو تو انسان کا عمل درست ہوتا چلا جاتا ہے اور جتنا اس حوالے سے کمی اور کوتاہی اور غفلت کا معاملہ ہوتا ہے اتنا ہی کردار و اعمال میں بگاڑ اور معاشرے میں فساد بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اسی تعلق سے آج ہم ان شاء اللہ سورۃ عبس کی آخری 10 آیات کا مطالعہ کریں گے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کی ہولناکی کا نقشہ پیش کیا ہے۔ وہاں خونی رشتوں کے حوالے سے کیا کچھ پیش آنے والا ہے اس کا ذکر کیا گیا ہے اور اس دن کے نتائج جو چہروں پر عیاں ہوں گے ان کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾﴾ ”تو جب وہ آ جائے گی کان پھوڑنے والی (آواز)۔“ (آیت:33)

قیامت کے لیے کئی اصطلاحات قرآن میں بیان ہوئی ہیں جیسے: القارعۃ: کھڑکھڑانے والی، الطامۃ: بہت بڑی آفت، الساعۃ: قیامت کی گھڑی، زلزلۃ: بہت بڑا زلزلہ۔ اسی طرح یہاں الصاخۃ کا لفظ آیا جو زوردار آواز کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ وہ کیفیات ہیں جو قرآن حکیم قیامت کے تعلق سے بیان فرماتا ہے۔ آگے فرمایا:

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾﴾ ”اُس دن بھاگے گا انسان اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔“ (آیت:34 تا 36)

اللہ تعالیٰ نے یہاں بہت ہی قریبی رشتوں کو گنوایا ہے، تمام رشتوں سے بڑھ کر انسان ان سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی نفسیات کو جھنجوڑا ہے کہ جب بھی انسان پر کوئی مشکل وقت آتا ہے تو انسان انہی رشتوں سے توقع اور امید رکھتا ہے کہ وہ اس کے کام آئیں گے، اس کا سہارا اور غمخوار بنیں گے۔ اس دنیا میں یہی رشتے ہیں جو اپنی جان پر کھیل کر بندے کی مدد کرتے ہیں، لیکن قیامت کی ہولناکیاں ایسی ہوں گی کہ یہ قریبی رشتے بھی انسان سے دور بھاگیں گے۔ ہوگا کیا:

مرتب: ابوابراہیم

﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ ﴿٣٧﴾﴾ ”اُس دن ان میں سے ہر شخص کو ایسی فکر لاحق ہوگی جو اسے (ہر ایک سے) بے پروا کر دے گی۔“ (آیت:37)

اور وہ فکر یہ ہوگی کہ میں کسی طرح بچا لیا جاؤں۔ آج کی ذلت و رسوائی سے بچا لیا جاؤں۔ جہنم کی ہولناکیوں سے مجھے کسی طرح بچا لیا جائے۔ کچھ بھی ہو جائے مگر مجھے کسی طرح بچا لیا جائے۔ اس سے اگلا معاملہ وہ ہے جو ہم سورۃ المعارج میں پڑھتے ہیں:

﴿يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ﴿١٢﴾ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ﴿١٣﴾ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ ﴿١٤﴾﴾ ”مجرم چاہے گا کہ کاش وہ اُس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو‘ اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو‘ اور اپنے کنبے کو جو اسے پناہ دیتا تھا‘ اور روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کو‘ پھر یہ (فدیہ) اس کو بچا لے!“

اس دنیا میں تو کئی دفعہ انسان اپنی اولاد کے لیے جان پر کھیل جاتا ہے، خود کو اولاد کے لیے خطرات میں ڈال دیتا ہے لیکن قیامت کا وہ دن اس قدر خوفناک اور ہیبت ناک ہوگا کہ انسان اپنے ان پیاروں کو بھی قربان کرنے پر تیار ہو جائے کہ لیکن اس وقت اس کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔

فرمایا:

﴿كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ﴿١٦﴾ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٧﴾ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ﴿١٨﴾﴾ (المعارج)

”ہرگز نہیں! اب تو یہ بھڑکتی ہوئی آگ ہی ہے۔ جو کلیجوں کو کھینچ لے گی۔ وہ پکارے گی ہر اُس شخص کو جس نے پیٹھ موڑ لی تھی اور رُخ پھیر لیا تھا۔ اور جو مال جمع کرتا رہا پھر اسے سینت سینت کر رکھتا رہا۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس شرمندگی سے محفوظ رکھے اور ہمیں مال کی اس محبت سے محفوظ فرمائے جو ہمیں اللہ کی محبت اور اطاعت سے دور کر دے۔ قیامت کی ہولناکیوں کے یہ نقشے قرآن میں جا بجا بیان ہوئے ہیں تا کہ انسان اس جہاں کو مدنظر رکھے۔ یعنی دنیا کو ہی اصل زندگی سمجھ کر اس میں گم نہ ہو جائے بلکہ آخرت کی اصل زندگی کے لیے بھی تیاری کرے۔ آج انسانوں کی عظیم اکثریت اس سبق کو بھلا بیٹھی ہے۔ حالانکہ انبیاء اور رسل کی بنیادی اور اوّلین محنت اسی سبق کو یاد کروانے پر ہوتی تھی۔ قرآن میں اس پہلو پر خاص طور پر توجہ دلائی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلۡ اِنَّ الۡخٰسِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَ اَهۡلِیۡهِمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ﴾(الزمر: 15) ''آپ کہہ دیجیے کہ اصل میں خسارے میں رہنے والے وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو خسارے میں ڈالا قیامت کے دن۔''

قرآن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ یہ دنیا کی کامیابیاں اور ناکامیاں تو عارضی اور وقتی ہیں جبکہ اصل کامیابی یا ناکامی تو آخرت کی ہے کیونکہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ قرآن آخرت کے حوالے سے ترغیب اور شوق بھی دلاتا ہے۔ جیسے فرمایا:

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ان کی پیروی کی ایمان کے ساتھ، ہم ملا دیں گے ان کے ساتھ ان کی اس اولاد کو اور ہم اُن کے عمل میں سے کوئی کمی نہیں کریں گے۔'' (الطور: 21)

مفسرین نے لکھا ہے کہ جنت کے درجات تو بہت سارے ہیں، کوئی اوپر ہے، کوئی نیچے ہے، کوئی درمیان میں ہے لیکن اگر کوئی گھرانہ ایمان پر رہا اور ایمان کے تقاضوں پر عمل بھی کیا تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے ان کو جنت میں ایک دوسرے سے ملا دے گا۔ اللہ فرماتا ہے کہ ان کے عمل پر کمی نہیں کریں گے۔ یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ اوپر والوں کا درجہ کم کر کے انہیں نیچے والوں سے ملا دے گا بلکہ نیچے والوں کے درجات بلند کر کے اس گھرانے کو جوڑ دے گا۔ جنت کا یہ نقشہ بھی قرآن کریم ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ یعنی ہر طرح سے قرآن ہمیں تعلیم دے رہا ہے۔ اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم کل کے لیے، آخرت کی اصل زندگی کے لیے کتنی تیاری کرتے ہیں اور قیامت کے خوفناک اور ہولناک لمحات کا کتنا خوف اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ اپنے آپ کو اور اپنی فیملی کو ہم کل کہاں دیکھنا چاہتے ہیں؟

آج دنیا جہاں کی فکر ہمیں لاحق ہے، پی ایس ایل میں کون جیتے گا کون ہارے گا؟ فلاں ڈرامے کا اختتام کیا ہوگا لیکن کیا ہمیں یہ بھی فکر ہے کہ ہمارا انجام کیا ہوگا؟ گھر والوں کو کتنا ہم نے ایمان اور آخرت کے لیے تیار کیا؟ کتنی نمازیں گھر والوں کی ضائع ہوگئیں؟ کتنا قرآن سے دوری کا معاملہ پیدا ہوگیا؟ اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیمات پر کتنا عمل ہو رہا ہے؟ آپ ﷺ کا جو اصل مشن تھا جس کے لیے آپ ﷺ نے مسلسل 23 برس جدوجہد کی اس مشن کے ساتھ ہمارا اور ہمارے گھر والوں کا کوئی تعلق ہے بھی یا نہیں؟ ابھی گرمی آجائے گی تو گھر میں اے سی لگانے ہیں، سب کچھ انتظام کرنا ہے لیکن قبر کی گرمی اور جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے کتنا اہتمام کیا جا رہا ہے؟ کیا یہ بھی ہماری ترجیحات میں شامل ہے؟ زندگی کے یہ وہ پہلو ہیں جو جابجا قرآن مجید ہمارے سامنے لاتا ہے۔ سورۃ التحریم کی آیت 6 میں فرمایا گیا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَ اَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا﴾ ''اے اہل ایمان! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اُس آگ سے''

یہ یاددہانی بھی قرآن ہمیں کراتا ہے۔ قرآن کریم یہ نہیں کہتا کہ گھر والوں کے لیے گھر بناؤ، بیمار ہوتے ہیں تو دوا کا اہتمام کرو، یہ کام تو ہر بندہ کر رہا ہے۔ چڑیا بھی گھونسلہ بنالیتی ہے، اپنے بچوں کو پال لیتی ہے۔ وہ بات جس کو لوگ بھلا دیتے ہیں، جس کو فراموش کر دیتے ہیں وہ اہم ترین پہلو ہے جس کی طرف قرآن کریم بار بار راہنمائی کرتا ہے۔ پھر مثبت انداز سے سوچیں آج میری اولاد اور گھر والے ہیں ان کی کفالت کرنا میری ذمہ داری ہے۔ بالکل صحیح ہے۔ لیکن جس طرح ان کے جسم کی حاجات کو پورا کرنے کے لیے ہم فکرمند رہتے ہیں۔ وہیں اس سے بڑھ کر ان کی روح کی حاجات کو پورا کرنے کی کوشش کرنا ہمارا فرض بنتا ہے۔ ان کو دنیا کی تکالیف اور پریشانیوں سے بچانے کے لیے فکرمند رہتے ہیں اس سے بڑھ کر اپنے آپ کو اور ان کو جہنم کی آگ سے بچانے کے بارے میں فکرمند رہنا فرض بنتا ہے۔ یہ اہم ترین پہلو ہے جس کی طرف قرآن کریم بار بار توجہ دلاتا ہے۔ یہ قرآن مجید کے

پریس ریلیز 24 فروری 2023ء

نجی جیلیں قائم کرنے اور درندگی کا مظاہرہ کرنے والوں کو عبرت ناک سزا دی جائے

شجاع الدین شیخ

نجی جیلیں قائم کرنے اور درندگی کا مظاہرہ کرنے والوں کو عبرت ناک سزا دی جائے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ بارکھاں میں صوبائی وزیر مواصلات نے عورتوں اور مردوں کو نجی جیل میں قید کیا جہاں اُنہیں جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا۔ اسلام نے انسان کو اشرف المخلوقات کے شرف سے نوازا ہے لیکن وقت کے فرعون، نمرود، قارون اور ہامان انسانوں کو بدترین ظلم اور استحصال کا نشانہ بناتے ہیں۔ مملکتِ خداداد پاکستان کے آزاد شہری درندہ صفت سردار کی نجی جیل میں بدترین تشدد کا نشانہ بنتے رہے لیکن حکومت، مقامی انتظامیہ اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ جہالتِ جدیدہ نے جاگیرداروں، سرداروں اور سرمایہ داروں کے مکروہ چہروں پر پردہ ڈال کر اُنہیں نہ صرف عوامی نمائندہ بلکہ حکومت کا حصہ بنا دیا ہے۔ درحقیقت ہمارے ملک میں جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا قانون رائج ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ بلوچستان میں وقوع پذیر ہونے والے اس اندوہناک واقعہ پر سپریم کورٹ ازخود نوٹس لے اور واقعہ میں ملوث درندہ صفت مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

مستقل موضوعات ہیں۔ یہاں تک کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں قرآن ہمیں یاد دلاتا ہے:

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۝﴾

ہر نماز کی ہر رکعت میں ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ بدلے کے دن کا مالک ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے، لیکن باہر جا کر معاملات کرتے ہوئے کیا ہمیں یاد رہتا ہے؟ یہ اصل پہلو ہے جو ہمارے مدنظر رہنا چاہیے۔ جو جہاں جہاں جس پوزیشن پر ہے، کوئی عدالت کی کرسی پر بیٹھا ہوا جج ہے، کوئی پارلیمنٹ کی کرسی پر بیٹھا ہوا سیاستدان ہے، کوئی حکمران ہے، کوئی کسی اور بااثر عہدے پر بیٹھا ہوا ہے تو ان سب کو یہ یاد رہنا چاہیے کہ اللہ بدلے کے دن کا مالک ہے۔ ہمارے سارے فساد اور بگاڑ کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم یہ بھول جاتے ہیں۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ مرنے کے بعد اللہ کو جواب بھی دینا ہے۔ اسی یاددہانی کے لیے انبیاء کی محنت ہوا کرتی تھی جس کو قرآن کریم کبھی تقویٰ کے نام سے ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ ہر نبی اور رسول نے کہا:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۝۱۱۰﴾ (الشعراء) ''پس تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو!''

یہ ہماری زندگی کا بنیادی سبق اور بنیادی مسئلہ ہے جس پر ہمارا فوکس سب سے زیادہ ہونا چاہیے۔ یقیناً جائز دنیوی ضروریات پر بھی فوکس ہونا چاہیے اس کی نفی نہیں ہے۔ دین جائز دنیوی ضروریات پوری کرنے کے حوالے سے بھی رہنمائی دیتا ہے۔ البتہ دین یہ بھی بتاتا ہے کہ دنیا عارضی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۝۱۸۵﴾ (آل عمران) ''اور یہ دنیا کی زندگی تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ صرف دھوکے کا سامان ہے۔''

﴿وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۝۶۴﴾ (العنکبوت) ''اور آخرت کا گھر ہی یقیناً اصل زندگی ہے۔ کاش کہ انہیں معلوم ہوتا!''

اصل مسئلہ ہمارا وہاں کے اعتبار سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاندان والوں کو جمع کر کے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ دنیا میں کچھ دینا دلانا ہے تو میرے ساتھ معاملہ کر لو لیکن اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کرو کیونکہ کل میں تمہارے کسی کام آنے والا نہیں ہوں۔

ہم ایمان والے ہیں، اللہ کی نعمت ہے۔ البتہ ایمان ایک اقرار کا نام ہے اور اس کی تصدیق عمل سے ہوتی ہے۔ پھر ایمان وہ ہے جو دل میں گھر کر جائے اور اس کا اثر عمل میں آنا شروع ہو جائے، یہ ساری محنت مستقل کرنے والی ہے۔ اس محنت میں لگیں گے تو کل قیامت کی ہولناکیوں سے اللہ تعالیٰ محفوظ بھی رکھے گا۔ ان شاء اللہ! آگے فرمایا:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝۳۸ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝۳۹﴾ (سورۃ عبس) ''کچھ چہرے اُس دن روشن ہوں گے۔ مسکراتے ہوئے خوش و خرم۔''

آج ایمان کی محنت ہے، آج نیک اعمال کی محنت ہے اور آج اگر ایمان کے تقاضوں پر عمل ہے تو یہی نور ایمان اور نور عمل کل چہروں پر عیاں ہوگا۔ اللہ ہم سب کو عطا فرمائے۔ کل الصراط سے بھی گزرنا ہے جس کو ہم پل صراط کہتے ہیں۔ وہاں تاریکی ہے، وہاں کے لیے روشنی کا اہتمام آج دنیا میں کرنا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اماں عائشہ ؓ کو فرمایا تھا: اے عائشہ! تین مواقع ایسے ہیں جہاں کوئی کسی کو نہیں پوچھے گا۔ ان میں ایک موقع الصراط سے گزرنے کا بھی ہوگا، اس کے لیے روشنی کا انتظام آج اس دنیا میں ہم نے کرنا ہے، اپنے ایمان اور عمل کے ساتھ۔ آگے فرمایا:

﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝۴۰ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝۴۱ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝۴۲﴾ ''اور کچھ چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے۔ ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی ہوں گے وہ کافر اور فاجر لوگ۔''

آج جو لوگ کفر، شرک، نفاق اور فسق و فجور میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے ان اعمال کی نحوست اور تاریکیاں کل قیامت کے دن اُن کے چہروں پر چھائی ہوئی ہوں گی۔ ہم تو یہ نظارے دنیا میں بھی دیکھتے ہیں۔ بچوں کے امتحانات میں اور خاص طور پر جب رزلٹ آنے والا ہوتا ہے تو اُس سے قبل ہی چہروں کے انداز بتا دیتے ہیں۔ جس نے اچھی تیاری کر کے، اچھے طریقے سے امتحان دیا ہوتا ہے تو وہ اُس صبح کا جلدی سے انتظار کرتا ہے اور خوشی خوشی سکول جاتا ہے لیکن کچھ بچے چاہتے ہیں کہ رات ختم ہی نہ ہو۔ کاش اگلی صبح نہ آئے۔ اسی طرح روز قیامت بعض چہرے بجھے ہوئے ہوں گے۔ آج ہمارے پاس موقع ہے کہ ہم اُس دن اگر اپنے چہرے روشن دیکھنا چاہتے ہیں تو اس دنیا میں اپنے اپنے عمل کو ایمان کی روشنی میں سدھار لیں۔ یہ موقع کسی وقت بھی ختم ہو سکتا ہے۔

﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝۱۰۲﴾ (آل عمران) ''اور تمہیں ہرگز موت نہ آنے پائے مگر فرمانبرداری کی حالت میں۔''

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۝۹۹﴾ (الحجر) ''اور اپنے رب کی بندگی میں لگے رہیں یہاں تک کہ یقینی شے وقوع پذیر ہو جائے۔''

آج تیاری کرنے کا موقع ہے۔ اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے، کل کے سیاہ چہروں سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور کل کے روشن چہرے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطا فرمادے۔ آمین!

۞۞۞

دعائے مغفرت — انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور شہر کے رفیق محترم شمس الرحمٰن کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0315-9611481

☆ حلقہ بہاول نگر کے منفرد رفیق طفیل بھٹی کے والد حافظ محمد یونس وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0302-4861332

☆ حلقہ بہاول نگر، فورٹ عباس کے مقامی امیر قمر الدین کی خالہ ساس وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0308-7261306

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور شہر کے رفیق محترم تحسین مجتبیٰ کی پھوپھی وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0347-3286037

☆ امیر حلقہ سکھر احمد صادق سومرو کے بڑے بھائی ظفر مصطفیٰ سومرو وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0345-5255100

☆ حلقہ فیصل آباد کے مقامی امیر یاسر سعید اور ناظم بیت المال زید سعید کے ماموں وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0321-9138000

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

پاکستان کا مستقبل (3)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

یہ مضمون بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے نومبر 2008ء کے دوران کچھ خطابات جمعہ کے خلاصہ کا مجموعہ ہے۔ خصوصی اہمیت کے پیش نظر اس کو قارئین ندائے خلافت کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

وطنِ عزیز پر عذابِ الٰہی کے سائے

اس وقت جو صورتِ حال ہے' اگر زمینی حقائق کو دیکھیں تو انتہائی مایوسی ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ جیسا کہ میں نے بارہا کہا ہے' ہم پر اللہ کا ایک عذاب منافقت کی صورت میں مسلط ہے۔ سورۃ التوبۃ کی آیات 75 تا 77 میں منافقین مدینہ میں سے ایک خاص قسم کے لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ ان کو اپنے فضل سے مال و دولت عطا فرمادے تو وہ خوب صدقہ و خیرات کریں گے اور نیک ہو جائیں گے۔ لیکن جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا تو اب انہوں نے بخل سے کام لیا' تجوریوں کو تالے لگائے اور پیٹھ موڑ لی اور بھول گئے کہ ہم نے کیا وعدہ کیا تھا۔ تو اس وعدہ خلافی کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق کا روگ پیدا کر دیا۔ یہی سزا مسلمانانِ پاکستان کو ملی ہے اور آج یہ دنیا کی منافق ترین قوم ہے۔ افراد کی حد تک اس قوم میں نیک اور صالح لوگ موجود ہیں' جیسے علامہ اقبال کے بقول ابلیس نے کہا تھا:

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو!

لیکن مجموعی طور پر بحیثیت قوم ہم منافقت کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس کا ایک مظہر نفاقِ باہمی ہے کہ ہم ایک قوم نہیں رہے' قومیتوں میں منقسم ہیں۔ ہمارے ہاں پختون نیشنلزم' بلوچ نیشنلزم' سندھی نیشنلزم' سرائیکی نیشنلزم اور اردو نیشنلزم کے نعرے لگتے ہیں۔ ہم ایک قوم ہوتے تو کبھی کا کالا باغ ڈیم بن چکا ہوتا۔ دوسرے یہ کہ ہم نفاقِ عملی کا شکار ہو چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے' وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے' اور اگر اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ یہ تینوں چیزیں ہمارے ہاں رواج پا چکی ہیں۔ آج ہمارے ہاں جو جتنا بلند مرتبت ہے وہ اتنا ہی بڑا جھوٹا' وعدہ خلاف اور خائن ہے۔ اب تو اربوں کے غبن ہوتے ہیں۔ اس ملک کو لوٹ لیا گیا ہے اور اس کا خون چوس چوس کر مغربی دنیا کے بینکوں میں جمع کرا دیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی ہمارے اخلاق کا دیوالہ نکل چکا ہے اور اس وقت اس کا سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ایک صدر کہتا ہے کہ وعدے کوئی قرآن و حدیث تو نہیں ہوتے! ظاہر ہے یہ صرف ایک فرد کا معاملہ نہیں' بلکہ یہ ہماری قوم کا مرض ہے' جس کا ظہور ((اَعْمَالُکُمْ عُمَّالُکُمْ)) کی صورت میں ہو رہا ہے۔ یعنی ''تمہارے اپنے عمل ہی تم پر حاکم ہو جاتے ہیں''۔ حدیث نبویؐ ہے: ((کَمَا تَکُوْنُوْنَ کَذٰلِکَ یُؤَمَّرُ عَلَیْکُمْ)) (مشکوٰۃ) ''جیسے تم خود ہو گے ویسے ہی تم پر امراء مقرر ہوں گے''۔

چنانچہ یہ تو قوم کی اخلاقی حالت کا ایک انعکاس (reflection) ہے۔

پھر مالی اعتبار سے بھی ہمارا تقریباً دیوالہ نکل چکا ہے۔ ملکی معیشت کو آئی ایم ایف سے لے کر آکسیجن کی جو نلکی لگائی گئی ہے اس کا نتیجہ کیا نکلے گا اور وہ آپ سے کیا ڈیمانڈ کریں گے' یہ سوچنے کی بات ہے۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ آئی ایم ایف کے شکنجے میں جو ملک بھی آیا اس کی معیشت تباہ ہو کر رہ گئی۔ جو کچھ انڈونیشیا کے ساتھ ہوا تھا وہ کون نہیں جانتا؟ ملائشیا پھر بھی کچھ بچ گیا تھا' لیکن یہ جو ایشیائی ٹائیگرز تھے یہ آئی ایم ایف کی وجہ سے ہی ختم ہوئے تھے۔ ہم پر ایک وقت آیا تھا کہ ہم نے بڑی خوشی کے ساتھ کہا تھا کہ ہم نے کشکول توڑ دیا ہے' ہم نے آئی ایم ایف سے آزادی حاصل کر لی ہے' لیکن ہم اب دوبارہ وہاں بھیک مانگنے کے لیے پہنچ گئے ہیں۔ ''فرینڈز آف پاکستان'' تو ہمیں ایک پیسہ بھی دینے کو تیار نہیں' سب نے ہمیں آئی ایم ایف کی طرف ہانک دیا! بہرحال زمینی حقائق کی روشنی میں صورتِ حال بہت ہی مخدوش ہے۔

آیاتِ قرآنی میں پاکستان کی منظر کشی

میں نے آغازِ خطاب میں سورۃ الانفال اور سورۃ النحل کی آیات تلاوت کی تھیں۔ پاکستان کا وجود میں آنا (genesis) سورۃ الانفال کی آیت 26 کی روشنی میں سمجھنا چاہیے۔ ہندوستان میں ہم اقلیت میں تھے اور ڈر رہے تھے۔ اُس وقت بھی ہندو نے ہمیں معاشی اعتبار سے دبایا ہوا تھا' اور خطرہ یہ تھا کہ اگر ہندوستان ایک ملک کی حیثیت سے آزاد ہو گیا تب تو یہ ہمیں ختم ہی کر دیں گے۔ اس آیت میں ہمیں یہی نقشہ نظر آتا ہے: ﴿وَاذْکُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ﴾ ''یاد کرو جب تم اقلیت میں تھے'' ﴿مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ﴾ ''زمین میں تمہیں دبا لیا گیا تھا''۔ تمہارے دشمنوں نے تمہیں دبایا ہوا تھا۔ ﴿تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَکُمُ النَّاسُ﴾ ''تمہیں اندیشہ تھا کہ لوگ تمہیں اچک کر لے جائیں گے''۔ یہ پورا تحریکِ پاکستان کا پس منظر ہے۔ ﴿فَاٰوٰىکُمْ﴾ ''پس اللہ نے تمہیں پناہ دی'' ﴿وَاَیَّدَکُمْ بِنَصْرِہٖ﴾ ''اور تمہاری مدد کی اپنی نصرت سے''۔ معجزے کے طور پر پاکستان عطا کیا۔ اور میں نے اپنی کتاب ''استحکامِ پاکستان'' میں یہ ثابت کیا ہے کہ پاکستان کا قیام ایک معجزہ تھا' یہ کسی طور بھی کسی حساب کتاب میں آنے والی بات نہیں تھی۔ ﴿وَرَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝۲۶﴾ ''اور ہم نے پاکیزہ چیزوں سے تمہیں روزی عطا کی تاکہ تم شکر کرو''۔ یہ تو ہے پاکستان کا آغاز! اور اب اس کی جو حالت ہے اس کا نقشہ بھی قرآن مجید میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں: ((فِیْہِ خَبَرُ مَا قَبْلَکُمْ وَنَبَاُ مَا بَعْدَکُمْ)) ''اس قرآن میں تم سے پہلے لوگوں کی خبریں بھی ہیں اور تمہارے بعد آنے والوں کے حالات بھی ہیں''۔

آج کی حالت کا نقشہ سورۃ النحل کی آیت 112

امیرِ تنظیم اسلامی کی مصروفیات

(10،9 فروری 2023ء)

جمعرات (09-فروری) کو مرکزی عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (10-فروری) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی کی مسجد میں اجتماعِ جمعہ سے خطاب کیا۔ الحمد للہ ان کی تیسری بیٹی کا حفظ گھر میں مکمل ہوا ہے، اس کو وفاق کا امتحان دلانے کے لیے جانا ہوا۔ مزید برآں معمول کی مصروفیات رہیں۔ نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔

گوشۂ انسدادِ سود

سود کی حرمت کے حوالے سے اعتراضات اور اُن کے جوابات

گیارھواں اعتراض: علمائے کرام متبادل کے طور پر بلا سود معیشت کا ایک نظام قائم کر کے دکھائیں۔

جواب: غیر سودی نظامِ معیشت کے قیام کے لیے گزشتہ برسوں میں حکومتِ پاکستان کے زیرِ نگرانی کئی کمیٹیاں قائم کی گئیں جن کی تیار کردہ رپورٹیں حکومت کے پاس موجود ہیں۔ ان کمیٹیوں میں علمائے کرام اور ماہرینِ معیشت دونوں شامل تھے۔ لہٰذا نظری سطح پر علماء و ماہرین نے حکومت کو غیر سودی معیشت کے نظام کے لیے رہنمائی فراہم کردی ہے۔

جہاں تک غیر سودی معیشت کے نظام کے عملی نفاذ کا تعلق ہے تو یہ کام حکومت کے زیرِ نگرانی ہی قائم کیا جاسکتا ہے۔ اس کی حسبِ ذیل وجوہ ہیں:

1۔ اگر سرکاری سرپرستی میں سودی نظام جاری رہے اور غیر سرکاری طور پر غیر سودی نظامِ معیشت چلانے کی کوشش کی جائے تو یہ تجربہ ناکام ہوجائے گا۔ غیر سودی معیشت میں نفع کے ساتھ نقصان کا اندیشہ بھی ہوتا ہے، لہٰذا عوام کی اکثریت کے سرمائے کا رخ سودی معیشت کی طرف ہی ہوگا اور غیر سرکاری طور پر قائم ہونے والا غیر سودی نظام ناکام ہوجائے گا۔

2۔ عامۃ الناس سرکاری نگرانی میں قائم نظام پر اپنے سرمائے کی حفاظت پر اعتماد کرتے ہیں غیر سرکاری مالیاتی کمپنیوں نے ماضی میں عوام کے اعتماد کو شدید دھچکا پہنچایا ہے۔ لہٰذا اب غیر سرکاری طور پر کسی مالیاتی نظام کو چلانا تقریباً ناممکن ہے۔

3۔ حکومت ہی کے اختیار میں وہ تمام وسائل اور ذرائع ہیں جن کے ذریعہ خیانت اور دھوکا دہی کی کوششوں کو روکا جاسکتا ہے اور ان جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو قانون کی گرفت میں لا کر سزا دی جاسکتی ہے۔

4۔ سود کا انسداد از روئے قرآن و سنت ہر مسلمان کا فرض ہے۔ لہٰذا حکومت اس کی ذمے داری صرف علمائے کرام پر نہیں ڈال سکتی۔ دستورِ پاکستان کی دفعہ 38F حکومتِ پاکستان کو پابند کرتی ہے کہ وہ جلد از جلد ملک کی معیشت کو سود سے پاک کرے۔ جب ملک میں دیگر تمام اجتماعی نظام، حکومت کی نگرانی میں چل رہے ہیں تو اسلامی جمہوریۂ پاکستان کی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک میں غیر سودی معیشت کا نظام بھی نافذ کرے۔ بحوالہ ’’سود: حرمت، خباثتیں، اشکالات‘‘، از حافظ انجینئر نوید احمدؒ

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 307 دن گزر چکے!

کی روشنی میں دیکھئے: ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً﴾ ’’اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان کی ہے‘‘ ﴿كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً﴾ ’’وہ امن میں بھی تھی، مطمئن بھی تھی‘‘ ﴿يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ﴾ ’’اس کا رزق بھی اسے ہر طرف سے پہنچ رہا تھا‘‘ ﴿فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ﴾ ’’لیکن اس بستی نے اللہ کی نعمتوں کا کفران کیا‘‘۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آزادی اور اس کی نعمتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کا شکر ادا کرتے اور یہاں پر اللہ کا دین قائم کرتے، لیکن ان لوگوں نے کفرانِ نعمت کی روش اختیار کی اور اُس کے دین سے غداری کی۔ ﴿فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١١٢﴾﴾ ’’تو اللہ نے انہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا، بسبب ان کے کرتوتوں کے۔‘‘

اس آیت کی روشنی میں آج پاکستان کی حالت دیکھ لیجیے۔ ایک طرف غذائی اجناس کی قلت اور گرانی کا یہ عالم ہے کہ کبھی ہم نے ایسا سوچا بھی نہ تھا۔ دوسری طرف خوف کی یہ کیفیت ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو محفوظ و مامون نہیں سمجھتا، کسی کا مال و جان محفوظ نہیں ہے۔ اخبارات میں روزانہ کالم شائع ہو رہے ہیں کہ پاکستان کا مستقبل بہت مخدوش ہے۔ پوری دنیا میں اس کے بقا و استحکام کے خلاف منصوبے بن رہے ہیں۔ وہ تو کہتے تھے کہ 2020ء تک پاکستان کے نام سے کوئی ملک دنیا میں موجود نہیں ہوگا۔ اس کے حصے بخرے کرنے کے نقشے بن چکے ہیں۔ 2006ء میں یہ نقشہ بن چکا تھا کہ پاکستان کے ٹکڑے کر دیے جائیں گے۔ اس مخدوش صورتحال کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ سے وعدہ خلافی کی۔ اور اس میں اگر تبدیلی کا کوئی امکان ہے تو اس کی صورت یہی ہے کہ ہم اپنی روش تبدیل کریں اور اللہ کی طرف رجوع کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور ہم میں سے ہر شخص کو یہ توفیق دے کہ ہم کمر کس لیں اور طے کر لیں کہ ﴿اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ ’’یقیناً میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے‘‘۔ آمین!

اقول قولی ھذا و استغفر اللہ لی و لکم و لسائر المسلمین و المسلمات

(ختم شد)

❀❀❀

مقررہ وقت پر انتخابات نہ کروانا کھلم کھلا آئین شکنی ہے۔ یہ صورتحال آئینی بحران کو جنم دے سکتی ہے اور خدانخواستہ کوئی سانحہ رونما ہو سکتا ہے: ایوب بیگ مرزا

سوشل میڈیا کی وجہ سے عوام بیدار ہوئے ہیں، اگر عوام کے شعور کی بیداری کو درست سمت نہ دی گئی تو اس کا نقصان ہو سکتا ہے۔ لیبیا، شام اور مصر کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں: رضاء الحق

پاکستان میں آئین شکنی کی تاریخ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: ڈاکٹر حافظ محمد حبیب [illegible]

سوال: جمہوری طرز حکومت میں آئین سب سے اہم دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستان میں آئین سازی کی تاریخ کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ نے بالکل درست فرمایا کہ جمہوری طرز حکومت میں آئین بہت اہم حیثیت رکھتا ہے۔ مغربی جمہوریت اور سیکولرزم ایک دوسرے کا حصہ ہیں۔ جہاں جمہوریت ہو وہاں آئین کی حیثیت ان لوگوں کے لیے ایک آسمانی صحیفے کی سی ہے جو جمہوریت کے قائل ہیں اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ اب عمرانی سطح پر جمہوری طرز حکومت فائنل ہو گیا ہے۔ اس کے بعد کوئی ایسا طرز حکومت آنے والا نہیں ہے جو اس سے بہتر ہو۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ امریکہ کی ریاست کو وجود میں آئے تقریباً اڑھائی سو سال ہو چکے ہیں لیکن اس کے آئین میں کتنی کم ترامیم ہوئی ہیں۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو پاکستان ایسا ملک ہے جو ابتدائی 9 سال تک تو بے آئین رہا۔ یعنی کوئی آئین سرے سے تھا ہی نہیں۔ اس کے ساتھ آزاد ہونے والا بھارت فوری طور پر ایک آئین بنا کر آزاد ملک بن گیا۔ جبکہ پاکستان آزادی کے بعد بھی نو سال تک تاج برطانیہ کا ڈومین رہا۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ جب پنڈت نہرو نے کہا تھا کہ ہم تقسیم کے فوراً بعد جاگیرداری سسٹم ختم کر دیں گے تو کانگریس میں جتنے مسلمان جاگیردار تھے وہ مسلم لیگ میں آگئے اور پاکستان کے مطالبے میں شامل ہو گئے۔ جب پاکستان بنا تو اسی جاگیردار طبقہ نے سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ دوسری طرف سول اور عسکری بیوروکریسی تھی جس کی ترتیب انگریز نے کی تھی کہ کس طرح غلام قوم پر حکمرانی کرنی ہے۔ ان دونوں طبقات نے مل کر پاکستان پر حکومت کرنی شروع کر دی اور نو سال آئین اس لیے نہ بنایا کیونکہ اس صورت میں اقتدار عوام کے نمائندوں کو منتقل ہو جاتا اور دوسری بات یہ تھی کہ ان دونوں طبقات کا تعلق مغربی پاکستان سے تھا۔ جبکہ مشرقی پاکستان یعنی بنگال میں بیوروکریٹ اور جاگیردار نہ ہونے کے برابر تھے۔ اگر اقتدار پر براجمان یہ دو طبقات آئین بناتے تو کچھ اختیارات اور مراعات مشرقی پاکستان کو بھی منتقل کرنا پڑتیں کیونکہ مشرقی پاکستان (صوبہ) کی آبادی زیادہ تھی۔ قومی اور آئین ساز اسمبلی میں بنگالیوں کو زیادہ نشستیں دینا ان کی مجبوری بن جاتی اور اقتدار مغربی پاکستان سے مشرقی پاکستان میں منتقل ہو جاتا۔ لہٰذا نو سال اس تذبذب میں گزر گئے کہ کیا سکیم بنائی

مرتب: محمد رفیق چودھری

جائے کہ اقتدار کو مغربی پاکستان میں ہی یہ دو طبقات اپنے کنٹرول میں رکھ سکیں۔ چنانچہ اس کا ایک حل یہ نکالا گیا کہ مغربی پاکستان کے صوبے ختم کر کے اسے ون یونٹ بنا دیا گیا اور یہ قرار دے دیا گیا کہ پاکستان دو یونٹس پر مشتمل ہے۔ یعنی مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان۔ دونوں کو آئین میں مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔ یہ جھانسہ دینے کے ایک سال کے اندر اندر 23 مارچ 1956ء کو پاکستان کا پہلا آئین بھی بنا دیا گیا جو اندرون ملک ان لوگوں کے مفادات کو پورے کرتا تھا لیکن بیرونی قوتیں اس سے راضی نہ تھیں۔ لہٰذا 1958ء میں جنرل ایوب خان کے ذریعے اس آئین کو پاؤں تلے روندتے ہوئے مارشل لاء لگا دیا گیا۔ ایوب خان کو لیاقت علی خان کے دورہ امریکہ کے نتیجہ میں ترقی دے کر آرمی چیف اور بعد ازاں وزیر دفاع بنایا گیا تھا۔ اصل میں بیرونی قوتیں چاہتی تھیں کہ پاکستان میں ایسا بندہ اقتدار میں ہو جو آئین کا پابند نہ ہو اور ہم اس کو سیاسی اور خارجی طور پر جس طرح چاہیں استعمال کریں۔ لہٰذا ایوب خان کے ذریعے 1956ء کا آئین ختم کر کے مارشل لاء لگا دیا گیا اور پھر اسی کے ذریعے 1962ء کا آئین بنایا گیا۔ یہ اصل میں بنیادی ڈیموکریسی کے اصول پر بنایا ہوا آئین تھا جو فرد واحد یعنی صدر کے گرد گھومتا تھا۔ جب ایوب خان کا وقت ختم ہو گیا تو اس نے اپنے ہی بنائے ہوئے آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سپیکر کی بجائے آرمی چیف کو اقتدار منتقل کر دیا اور اس طرح 1962ء کا آئین بھی وفات پا گیا۔

سوال: 1973ء کے آئین کے بارے میں کچھ بتائیں؟

ایوب بیگ مرزا: 1973ء کا آئین سقوط ڈھاکہ کے بعد بنا جب انڈیا سے جنگ کے نتیجہ میں شکست ہوئی اور پاکستان دولخت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد مغربی پاکستان کو "نیا پاکستان" کہا گیا جس میں ذوالفقار علی بھٹو سب سے بڑی جماعت کے سربراہ تھے۔ انہوں نے ہر سیاسی جماعت اور تمام سٹیک ہولڈرز کو اعتماد میں لے کر پہلی دفعہ ایک متفقہ آئین (1973ء) بنایا۔ چند افراد نے انفرادی طور پر اختلاف کیا تھا تاہم کسی سیاسی جماعت نے اس آئین سے اختلاف نہیں کیا اور تمام چھوٹی بڑی سیاسی جماعتوں نے اس آئین پر متفقہ طور پر دستخط کر دیے تھے۔

سوال: یہ سمجھا جاتا ہے کہ آئین ریاست کو جوڑ کر رکھنے والی چیز ہے اور ریاست کے عوام کے حقوق کا محافظ ہوتا ہے۔ کیا اس آئین کی حفاظت عوام ہی کی ذمہ داری ہوتی ہے کیونکہ اگر عوام اس آئین کے پیچھے کھڑے نہیں ہوں گے تو پھر کوئی بھی طاقتور آئے گا اور اس آئین کا وہی حشر کرے گا جو پہلے ہم کرتے آئے ہیں؟

رضاء الحق: دراصل آئین کسی بھی ریاست کے قوانین کا ایسا مجموعہ ہوتا ہے جو کہ ریاست کے مختلف سٹیک ہولڈرز (ریاست، عوام، مقننہ، انتظامیہ، عدلیہ، فوج، میڈیا، دیگر) کے اختیارات کا تعین کرتا ہے اور ان کی حدود طے کرتا ہے۔ پھر یہاں پر یہ بحث بھی آتی ہے کہ ایک منفی آئین پسندی ہے اور ایک مثبت آئین پسندی ہے۔ منفی آئین پسندی یہ ہوتی ہے کہ آئین میں جو لکھ دیا گیا ہے اس سے ایک انچ

بھی ادھر اُدھر نہیں ہٹنا۔ مثبت آئین پسندی یہ ہوتی ہے کہ عوام کی بہبود اور فلاح کے لیے آئینی دائرے کے اندر رہتے ہوئے کچھ بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ عمرانی معاہدے میں اصل چیز عوام کی فلاح اور ریاست کی بقاء ہے۔ جیسے آئین کا آرٹیکل 31 ہے، وہ ریاست کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ عوام کے لیے ایسی سہولیات مہیا کرے گا کہ وہ اپنی زندگیاں اسلامی تشخص کے مطابق گزار سکیں۔ اسی طرح وفاقی شرعی عدالت نے سود کے خلاف فیصلہ دیا ہے۔ اب مثبت آئین پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر عمل درآمد کے لیے آئین میں اگر کچھ بنیادی تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں تو لازماً کرنی چاہئیں کیونکہ یہ ملک اسلام کے نام پر قائم ہوا اور اس کے آئین کے اندر آرٹیکل A-2 میں بڑے واشگاف الفاظ میں کہا گیا ہے کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہے اور یہاں کوئی قانون سازی قرآن وسنت کے منافی نہیں ہوسکتی۔ مثبت آئین پسندی میں ایک پہلو عوام کی مشاورت کا بھی ہے۔ اس میں اصل مقصد عوام کی فلاح و بہبود ہے۔ اس میں دنیوی نفع کی بات بھی آئے گی کہ معیشت کو بہتر کرنے کے لیے کرپشن، رشوت، سودی معیشت کا خاتمہ کریں۔ ہمارا آئین اس لیے بھی مختلف ہے کہ یہ اسلام پر قائم ہونے والی ریاست کا آئین ہے۔ لہٰذا اس بحث میں اُخروی نجات کی بات بھی آئے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سٹیک ہولڈرز، عمرانی معاہدہ اور اخلاقیات اپنی جگہ پر ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ ماضی قریب میں جب ترکی میں فوج نے حکومت کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کی تو عوام سڑکوں پر نکل آئے اور اس کو ناکام بنا دیا۔ اس لیے کہ ان کے آئین میں یہ لکھا ہوا ہے کہ حکومت اور ریاست کا نظم ونسق کس نے چلانا ہے۔ لہٰذا عوام نے فوج کے اس اقدام کو قبول نہیں کیا۔ عوامی شعور کو بیدار کرنا انتہائی اہم ہوتا ہے۔ جب عوامی شعور بیدار ہوتا ہے تو پھر اسمبلی کے ممبران خود کو عوام کے خادم بھی سمجھتے ہیں کیونکہ آئین کی رو سے یہ واضح ہوتا ہے انتظامیہ نے عوام کی خدمت کرنی ہے۔ وہ اپنی حدود وقیود کو سمجھتے ہیں۔ پھر اسٹیبلشمنٹ بھی مداخلت نہیں کرتی۔ کہا یہ جاتا ہے کہ یہ یوٹوپیا ہے لیکن ترقی یافتہ ممالک میں ایسی مثالیں موجود ہیں۔ بہرحال آئین ایک Living breathing چیز ہے۔ وہ ممالک جہاں پر جمہوری طرز حکومت نہیں بھی ہے وہاں بھی ایک شخص کا اپنا آئین چل رہا ہوتا ہے۔ چاہے کوئی بادشاہ ہو یا چین یا روس کی طرح کی سنگل پارٹی کی طاقتور مرکز محور والی حکومت ہو، وہ کبھی یہ نہیں کہتے کہ ہم عوام کو چھوڑ کر اپنے لیے حکومت کر رہے ہیں۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم ملک اور عوام کے مفاد کے لیے کر رہے ہیں۔ ہمارا جو مشاورت کا ایک طے شدہ طریقہ ہے وہ اسلامی شورائی نظام کے قریب تر ہے۔ اس میں عوام کی ایک ذمہ داری ہے کہ وہ اس آئین کی حفاظت کے لیے بھی اور اس کی عمل داری میں بھی اپنا ایک ایکٹو رول ادا کریں۔

سوال: ماضی میں آئین شکنی کے حوالے سے عدلیہ، اسٹیبلیشمنٹ اور سیاستدانوں کا کیا کردار رہا؟

ایوب بیگ مرزا: یہ ایک روایتی بات ہے کہ آئین شکنی کے معاملے میں ساری قوم ذمہ دار ہے لیکن بہرحال جن کے پاس جتنی زیادہ طاقت اور اختیارات ہیں وہ اتنے ہی ذمہ دار ہیں۔ 1973ء کا آئین جب بن گیا تو ذوالفقار علی بھٹو بڑے دھڑلے سے اور بڑے زوردار انداز میں کہا کرتے تھے کہ میں نے پاکستان کا متفقہ آئین دیا،

> **ہماری آئینی تاریخ بتاتی ہے کہ مختلف حکمرانوں نے ملکی مفادات کی بجائے اپنی ذات اور اپنے اقتدار کو تحفظ دینے کے لیے ترامیم کیں اور آئین کے ساتھ کھلواڑ کیا۔**

میرا بہت بڑا کارنامہ ہے لیکن خود انہوں نے ہی اپوزیشن کو اعتماد میں لیے بغیر چند سال کے اندر کم از کم سات ترامیم کردیں۔ جب سات ترامیم کردیں تو وہ متفقہ کہاں رہا؟ ان ترامیم کے بعد معاملہ کافی متنازعہ ہوگیا۔ حکومت اور اپوزیشن ہر وقت آپس میں دست وگریبان رہنے لگے۔ پھر اینٹی بھٹو تحریک چلی جس کا نام تحریک نظام مصطفیٰ رکھا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھٹو کو اقتدار چھوڑنا پڑا اور ضیاء الحق آگئے۔ ضیاء الحق نے ایوب خان کی طرح آئین کو ختم نہیں کیا بلکہ صرف جزوی طور پر ان شقات کو معطل کر دیا جو اس کے اقتدار کا راستہ روکتی تھیں۔ یعنی 1973ء کے آئین کو قتل نہ کیا گیا بلکہ اس کو زخمی کر دیا گیا۔ عدلیہ یقینی طور پر اس آئین شکنی میں حصہ دار تھی۔ جسٹس منیر نے جو نظریہ ضرورت ایجاد کیا تھا اس نے نہ قوم کی جان چھوڑی اور نہ عدلیہ کی۔ اسی نظریہ ضرورت کے تحت عدلیہ نے پھر ضیاء الحق کو بھی قبول کیا، مشرف کو بھی قبول کیا۔ مثلاً ضیاء الحق کے دور میں یہ کہا گیا کہ جس طرح کی تحریک چل رہی تھی اگر یہ روکی نہ جاتی تو ملکی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی۔

سوال: آمریت میں آئین شکنی تو بہرحال رہی لیکن کیا جب جمہوری حکومتیں آئی تب آئین کو تقدس ملا؟

ایوب بیگ مرزا: ہمیں سیاسی حکومتوں کو سویلین حکومتیں کہنا چاہیے۔ اس لیے کہ وہ اس طرح کی جمہوری نہیں تھی۔ اگر ایک طرف ضیاء الحق نے آئین میں آٹھویں ترمیم کر کے صدر کو یہ اختیار دے دیا کہ وہ جب چاہے اسمبلی توڑ دے۔ تو دوسری طرف نواز شریف نے اسی شق کو واپس لا کر ایک بار پھر صدر کا یہ اختیار ختم کر دیا۔ پھر نواز شریف اور آرمی چیف کے اختلافات ہوگئے اور کچھ بیرونی قوتوں کے افغانستان میں کچھ عزائم تھے ان کو پورا کرنے کے لیے آئین کو ایک بار پھر مشرف کے پاؤں تلے روند دیا گیا۔ یقیناً سیاستدان بھی آئین سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہے۔ ان کو حق تو تھا کہ وہ اسمبلی کے ذریعے ترمیم کرتے لیکن ہماری آئینی تاریخ بتاتی ہے کہ مختلف حکمرانوں نے ملکی مفادات کی بجائے اپنی ذات اور اپنے اقتدار کو تحفظ دینے کے لیے ترامیم کیں۔ اللہ کا شکر ہے پندرھویں ترمیم نہ ہوسکی جب نواز شریف نے نام نہاد شرعی بل لا کر کوشش کی تھی کہ سویلین وزیر اعظم آمر بن جائے۔ البتہ سویلین حکمرانوں نے کبھی کھلم کھلا آئین شکنی نہیں کی۔

سوال: ترقی یافتہ ممالک میں آئین شکنی ہوتی رہتی ہے یا وہاں پر آئین کو تقدس حاصل ہے؟

رضاء الحق: 1930ء میں سپین میں سول وار کے دوران آئین شکنی ہوئی اور ڈکٹیٹرشپ بھی رہی۔ جب دوسری جنگ عظیم چل رہی تھی تو فرانس کو یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ اس پر نازی جرمنی نے قبضہ کرلیا۔ اس وقت چارلس ڈیگال ایک ملٹری لیڈر کے طور پر ابھرا اور 1958ء سے 1969ء تک بطور ڈکٹیٹر وہاں حکومت کی۔ اس نے آئین شکنی بھی کی لیکن بہت سارے فیصلے اور کام فرانس کے حق میں بھی کیے۔ لیکن اس کو اتنا برا سمجھا گیا کہ ایک عدالت نے اس کو سزائے موت دے دی، اگرچہ اس پر عمل نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح برطانیہ کے لارڈ الیور کرامویل نے 1640ء میں بادشاہ چارلس اول کے خلاف بغاوت کی اور خود حکومت پر قبضہ کر کے چارلس اول کو سزائے موت دلوائی اور اُس کی گردن اُتار دی گئی۔ سزا پر دستخط کرنے والوں میں الیور کرامویل بھی شامل تھا۔ اس کے بارے میں دو متضاد آراء ہیں۔ چرچل اس کو ڈکٹیٹر کہتا تھا جبکہ ملٹن اس کو ہیرو مانتا تھا۔ بہرحال الیور کرامویل نے آئین شکنی کی اور اس وقت ان کا آئین میگنا کارٹا تھا۔ پھر جب چارلس دوم نے تخت سنبھالا تو کرامویل کی لاش کو نکال کر پھانسی دی گئی، اس کے سر کو نیزے پر رکھا گیا اور تین سال تک اس کی لاش کو لٹکائے رکھا گیا۔ یوں آئین شکنوں کے لیے ایک نشان عبرت سیٹ کر دیا۔ برطانیہ میں کوڈیفائیڈ لاز نہیں ہیں وہاں پر کامن لاز ہوتے ہیں۔ کامن لاز کا

مطلب کچھ نظیریں، کچھ عدالتی فیصلے اور کچھ پارلیمان کی روایت ہیں جن کے مطابق ان کا پورا نظام آج بھی چل رہا ہے۔ اسی تناظر میں دیکھیں تو اسرائیل نے آج تک اپنا دستاویزی آئین نہیں بنایا۔ یہ اس کی دوسری انتہا ہے۔ اسرائیل کہتا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ ہم نے کنگڈم آف گاڈ بنانی ہے۔ اس بات پر ان سب کا اجتماع ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ آئین نہیں بناتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنی ہوتی ہے۔ اگر انسانی حقوق طے کر دیے تو کسی پر جرح کرنا بڑا آسان ہوتا ہے۔ جب آئین ہی نہیں تو اسی وجہ سے وہ ایسا ریاستی قانون لے آئے جس کے مطابق صرف یہودیوں کو پہلے درجے کے شہریوں کی سہولت حاصل ہے باقی سب دوسرے درجے کے شہری قرار پائے۔ اس ساری بات کا نتیجہ اخذ کریں تو ہمارے ہاں جو آئین شکنی ہوتی رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے جو طاقت کے مراکز ہیں ان کی نیت میں کھوٹ ہے۔ ہمارے سیاستدان بھی اقتدار کی لالچ میں آئین کی پاسداری نہیں کرتے اور آئین کو روند کر کے اقتدار میں آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چلتی ہوئی جمہوری حکومت کو ساری جماعتیں اور اسٹیبلشمنٹ مل کر نکال دیتے ہیں۔ البتہ اس کے خلاف سوشل میڈیا پر جو ردعمل آیا ہے وہ خوش آئند ہے۔

سوال: ہمارے ہاں آئین شکنی کی سزا کیوں نہیں ملتی؟

ایوب بیگ مرزا: سیاستدانوں نے کبھی اعلانیہ اور کھلم کھلا آئین شکنی نہیں کی۔ آئین شکنی باقاعدہ اور اعلانیہ تو اسٹیبلشمنٹ نے کی ہے لیکن چونکہ وہ طاقتور اور مقتدر حلقے ہیں اس لیے ان کو سزا کون دے۔ مشرف پر مقدمہ چل رہا تھا، وہ عدالت کی طرف جا رہا تھا تو راستے میں سے گاڑی موڑ دی گئی۔ بعد میں اس پر مقدمہ چلا اور سزائے موت بھی پشاور ہائی کورٹ نے دی۔ لیکن عمل درآمد کون کرائے۔ پھر یہ کہ جمہوری حکومتوں کا تختہ اُلٹ کر اقتدار چھین لیا جاتا ہے۔ مارشل لاء لگانے کے بارے میں فوج اور سیاسی جماعتوں کا رشتہ وہی ہے جو راشی اور مرتشی کا ہے۔ دونوں کا قصور ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو تحفظ دیتے ہیں۔ لیکن آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں پاکستان میں ایک سویلین حکومت کھلم کھلا اور اعلانیہ طور پر آئین شکنی کر رہی ہے۔ مثال کے طور پر اگر پنجاب اور کے پی کے اسمبلیاں تحلیل ہوئی ہیں۔ آئین میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ اگر وقت سے پہلے تحلیل ہوں تو نوے دنوں میں اور اگر بروقت تحلیل ہوں تو ساٹھ دنوں میں وہاں الیکشن کروائے جائیں۔ یہاں تک لکھا گیا ہے کہ اگر صوبہ کا گورنر یا ملک کا صدر اسمبلی کی تحلیل کو قبول نہ کرے تو اسمبلی خود بخود تحلیل ہو جائے گی۔ گورنر یا صدر کے دستخطوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اڑتالیس گھنٹوں کے بعد اسمبلی خود بخود تحلیل ہو جائے گی۔ اتنی وضاحت ہونے کے باوجود موجودہ حکومت نے ابھی تک پنجاب اور کے پی کے میں الیکشن کروانے کا اعلان نہیں کیا۔ یہ سیدھی سیدھی آئین شکنی ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ ہائی کورٹ نے حکم دے دیا کہ فوری الیکشن کی تاریخ دی جائے لیکن ہائی کورٹ کا حکم اعلانیہ طور پر تسلیم نہیں کیا جا رہا۔ ہائی کورٹ کے حکم کے خلاف سپریم کورٹ میں تو جایا جا سکتا ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کہیں کہ ہم مانتے ہی نہیں۔ یہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ہو رہا ہے۔ یہ صورتحال آئینی بحران کو جنم دے سکتی ہے اور خدانخواستہ کوئی سانحہ رونما ہو سکتا ہے۔ پاکستان کی تاریخ کو دیکھا جائے تو جب بھی کسی بڑی سیاسی پارٹی کو اقتدار دینے سے انکار کیا گیا تو اس کے دو نتیجے نکلے ہیں۔ یا تو وہ پارٹی الیکشن میں اتنی بڑی اکثریت کے ساتھ جیت کر آتی ہے کہ مخالفین کے پاس بھاگنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں رہتا۔ ورنہ کوئی اس طرح کا سانحہ ہو جاتا ہے جس طرح 1971ء میں ہوا۔ لہٰذا آئین کے ساتھ کھلواڑ نہ کیا جائے۔ الیکشن کروائے جائیں اور جو پارٹی جیت کر آئے اس کو اقتدار منتقل کیا جائے۔

سوال: قومی شعور اور آئین کے ساتھ کھلواڑ کسی قومی خطرے کا پیش خیمہ نہیں ہو سکتا؟

رضاء الحق: دونوں صورتیں نکل سکتی ہیں۔ اگر عوامی شعور کو صحیح سمت نہ دی جائے تو وہ نقصان کا باعث بنتا ہے۔ جس طرح عرب سپرنگ میں ہم نے دیکھا کہ وہاں بھی تبدیلی کا نعرہ لگا تھا۔ لیکن وہ نعرہ ان ممالک کی تباہی کا باعث بن گیا۔ لیبیا، شام اور مصر کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ لہٰذا اگر عوامی شعور بیدار ہو جائے تو دونوں فریقوں کو معاملہ درستگی کی طرف لے کر جانا چاہیے۔ ہم نے دیکھا کہ سابق وزیر اعظم کی حکومت ختم کی جا رہی تھی تو اس وقت انہوں نے بھی ایک ایسا فیصلہ کیا جو آئین کے خلاف تھا۔ سب یہ کہتے تھے کہ آئین کے خلاف فیصلہ ہے لیکن اس کو کبھی سرپرائز کا نام دیا گیا، کبھی کہا گیا کہ اس سے کھیلو۔ وہ چیز بھی عوام نے سمجھی، پھر ایک ضمنی الیکشن میں انہوں نے موروثی سیاست کو آگے بڑھانے کے لیے اپنا نمائندہ آگے بڑھایا تو عوام نے اس کو مسترد کر دیا۔ عوام سمجھدار ہیں، ان تک سوشل میڈیا کے ذریعے معلومات پہنچتی ہیں تو اس کے اثرات ہوتے ہیں۔ لہٰذا عوامی شعور کو درست سمت دینے کی ضرورت ہے۔ یہ سمت اسٹیبلشمنٹ نہیں دے گی بلکہ آئین کی پاسداری سے یہ ممکن ہوگا۔

آئین میں دو ایسی شقیں ہیں جو کہ صریحاً اسلامی احکامات کے خلاف ہیں۔ ایک آرٹیکل 45 جو کہتی ہے کہ صدر کو اختیار ہے کہ وہ سزا معاف کر دے۔ دوسرا آرٹیکل 248 جس میں کہا گیا ہے کہ گورنر اور اعلیٰ عہدیداران کو استثنیٰ حاصل ہے۔ ان سے عدالت جواب طلبی نہیں کر سکتی۔ اس کے علاوہ بنیادی ڈھانچہ ہمارے پاس موجود ہے۔ ایسی شقیں مجرموں کے لیے چور دروازے مہیا کرتی ہیں۔ جس طرح عدالت میں بات آئی تھی کہ آئین کا کوئی ایک آرٹیکل دوسرے کے اوپر حاوی نہیں ہے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جو ہمارا آرٹیکل 2A ہے اس کو سب کے اوپر حاوی کیا جائے۔ ہمارا ایک سول لاء اور ایک دیوانی قانون ہے، اسی طرح عائلی قوانین، پولیس اور فوجداری قوانین ہیں، ان کے ذریعے ہی نچلی سطح پر انتظامی امور میں فیصلہ سازی کرنی ہوتی ہے مگر وہ سب انگریز کے دور سے چلے آ رہے ہیں۔ ان دو چیزوں کو ٹھیک کر کے ہم درست سمت میں چل سکتے ہیں۔ سوشل میڈیا سے ڈرنے کی ایسی ضرورت نہیں ہے۔ اس کو مثبت طور پر عوامی شعور کو بڑھانے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: گزشتہ حکومت کے دور میں اسمبلی کی کارروائی میں ایک غیر قانونی کام ہوا تھا۔ جو اس وقت کے ڈپٹی سپیکر نے کیا تھا۔ اعلیٰ عدلیہ نے اس کے خلاف فیصلہ دیا کہ یہ رولنگ غلط ہے تو اس فیصلے کو تسلیم کیا گیا، لیکن اس وقت صورت حال یہ ہے کہ عدلیہ کے فیصلے کو بھی تسلیم نہیں کیا جا رہا۔ عدلیہ کہہ رہی ہے کہ الیکشن کی تاریخ دیں لیکن نہ گورنر تاریخ دے رہا اور نہ الیکشن کمیشن تاریخ دے رہا ہے۔

حافظ محمد حسیب اسلم (اینکر): آئین ایک بہت بڑا عہد ہے اور آئین کی پاسداری کا سب حلف اٹھاتے ہیں۔ جب اس کی عہد شکنی کی جاتی ہے تو بڑا خطرناک معاملہ ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم عہد کر چکے ہو اور اپنی قسموں کو مت توڑو مضبوطی سے باندھنے کے بعد جبکہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ ٹھہرا چکے ہو۔'' (النحل: 91)

اللہ کو حاضر ناظر جان کر جب ہم کوئی عہد کرتے ہیں اور جب اس کو توڑتے ہیں تو پھر اللہ کی طرف سے اس کی سزا آتی ہے۔ اللہ ہمیں قومی سطح پر عہدوں کی پاسداری کرنے والا بنائے۔ تبھی ہم آئین کی پاسداری کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری ریاست اور عوام الناس کو اس پر متفق ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین! ۞۞

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

اسلام میں خیرخواہی کی اہمیت

مولانا محمد عارف

خیرخواہی دین کی بنیاد اور اس کا جوہر ہے۔ دین دراصل خیرخواہی کا نام ہے۔ خیرخواہی اللہ کی، اس کے کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلم ائمہ وحکمرانوں کی اور عامۃ المسلمین کی ہوتی ہے۔ پس جب ان تمام کے حق میں بندہ خیرخواہ ہوگا تو اس کا دین کامل ہوگا اور جس میں ان میں سے کسی کی خیرخواہی میں کمی وکوتاہی ہوگی تو اسی قدر اس کے دین میں نقص وکمی ہوگی۔ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی خیرخواہی میں امانت کو ملحوظ رکھے اور بغیر کسی مداہنت ومجاملت کے حق کو بیان کرے۔ یہی شخص اللہ کے نزدیک امین ہوگا۔

”اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ! اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے فیصلہ کرو! یقیناً وہ بہتر چیز ہے جس کی نصیحت اللہ تعالیٰ تمہیں کر رہا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔“

مذہب اسلام نے خیرخواہی اور امانت داری پر بہت زیادہ ابھارا ہے۔ نبی کریم ﷺ ایمان لانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بطور خاص نماز، زکوٰۃ اور ہر مسلمان کے لیے خیرخواہ بننے کی بیعت لیا کرتے تھے، جیسا کہ صحیح بخاری میں جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیرخواہی کرنے پر بیعت کی۔“

اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث میں عامۃ المسلمین کے لیے عمومی طور پر اور حکمران طبقہ کے لیے خصوصی طور پر اور حکمرانوں کی جانب سے اپنی رعایا کے لیے خیرخواہی کی زبردست تلقین ونصیحت وارد ہے۔ قرآن کریم نے کئی انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی صفتوں میں ایک خاص صفت ان کی اپنی امت کے لیے خیرخواہی کو بتایا ہے۔

نصح یا نصیحت کے معنی عام طور سے ہماری اردو زبان میں خیرخواہی کیا جاتا ہے۔ ویسے یہ لفظ ”نصح العسل“ سے ماخوذ ہے۔ شہد کو چھاننا اور اسے خالص بنانا کہ اس میں موم یا کسی دوسری شیٔ کی بالکل آمیزش اور ملاوٹ نہ ہو۔ یہ بڑا ہی جامع کلمہ ہے۔ خود عربی زبان میں یا دنیا کی دیگر زبانوں میں اس ایک لفظ کا ایک لفظ سے معنی ادا نہیں کیا جا سکتا۔ گویا ایک جامع ترین لفظ ہے جو زبان رسالت مآب ﷺ سے ادا ہوا ہے۔ بہرحال جیسا کہ عرض کیا گیا، نصیحت، نصح سے ہے جس کے معنی خالص، پیور، ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک وصاف چیز کے ہیں۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے اور آپ کے دل میں ہر اس شخص کے لیے جس کے ہم خیرخواہ ہیں، کسی طرح کی کوئی کدورت اور دھوکہ وفریب نہ ہو اور ہم اس کے لیے ہر بھلائی کے خواہاں ہوں۔ اور جس طرح ہم خود ہر شر وفساد سے بچنا چاہتے ہیں، اسی طرح اسے بھی ہر فتنہ وشر سے بچانے کے آرزومند ہوں۔ یہی ایک مخلص مومن کی پہچان ہے۔

جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہ نہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“ (متفق علیہ)

انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام جو انسانوں میں سب سے برگزیدہ اور افضل ہیں، اپنی قوموں کے لیے بڑے ہی ناصح اور امین ہوا کرتے تھے، کیوں کہ ان کی نبوت ورسالت کا مقصد ہی انسانوں کو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق سے آگاہ کرنا اور خیر کی دعوت دینا اور ہر شر سے ڈرانا اور اس سے باز رہنے کی تلقین کرنا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی بابت فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَأَنْصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الاعراف:62)

”تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیرخواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں۔“

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم عاد سے کہا:

﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِيْنٌ ۝﴾ (الاعراف: 68) ”تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا امانتدار خیرخواہ ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے بھی اپنی قوم سے کہا تھا:

﴿فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ۝﴾ (الاعراف: 79) ”اس وقت (صالح علیہ السلام) ان سے منہ موڑ کر چلے، اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم! میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیرخواہی کی لیکن تم لوگ خیرخواہوں کو پسند نہیں کرتے۔“

صحیح مسلم کے حوالہ سے تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ((الدين النصيحة)) یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے، اس کے اندر مختصر الفاظ کے ذریعہ دین کی پوری حقیقت اور اس کا کمال بیان کر دیا گیا ہے۔ دین اسلام ایمان اور احسان وغیرہ امور کے مجموعہ کا نام ہے۔ گویا دین کے اصول وفروع سب کے سب دین کا حصہ ہیں، انسانیت کی فلاح وبہبود کے اسباب ہیں جن کو بروئے کار لا کر ہم ایک اچھے اور سچے مسلمان ہو سکتے ہیں اور دنیا کو امن وشانتی کا گہوارہ بنا سکتے ہیں نیز آخرت کے دائمی فوز وفلاح سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں، گویا کل دین خیرخواہی کا نام ہے۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ خیرخواہی کس کے لیے؟ یعنی خیرخواہی کے مواضع اور مقامات کیا ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: سب سے پہلی خیرخواہی اپنے رب تعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں پیدا کیا اور ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا اور ہماری دینی تربیت کے لیے آسمان سے سب سے جامع اور کامل کتاب قرآن مجید سب سے برگزیدہ اور افضل رسول محمد عربی ﷺ پر نازل فرمائی۔ اس رب تعالیٰ کا حق ہم بندوں پر سب سے مقدم ہے اور اس کے حق کو خالص طور

پر اسی کے لیے ادا کرنا رب تعالیٰ کی خیر خواہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حق اعظم کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اسی ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کو اپنا معبود ومسجود اور حاجت روا ومشکل کشا سمجھیں۔ اس کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کریں، اسی سے اپنی حاجتوں کا سوال کریں، اس کے وہ تمام اسماء وصفات جو کتاب اللہ اور صحیح احادیث سے ثابت ہیں، انہیں بلاتحریف وتاویل اور بلاتشبیہ وتمثیل مانیں اور ان ناموں اور صفتوں سے اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کو سمجھیں اور خود کو بھی عمدہ صفات سے آراستہ کریں۔

رب تعالیٰ کے کسی نام یا صفت کا انکار، یا اس کے حقیقی اور ظاہری معنی سے تحریف وتاویل یا اس کی کسی صفت کو مخلوق سے مشابہت دینے یا اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق کے ذریعہ مثال دینے کی ہرگز جسارت نہ کریں کیونکہ یہ تمام حرکتیں ناجائز، بلکہ شرک کے مترادف ہیں۔ اسی طرح جو عبادتیں اللہ پاک نے ہم پر واجب کی ہیں ان کو خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ادا کریں۔ ریاکاری اور نام ونمود کی خواہش سے گریز کریں کہ یہ ضیاع عمل کا سبب ہے۔ واجبات کے علاوہ نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل کریں، اور جن چیزوں سے اللہ نے منع فرمایا ہے، خاص کر جو چیزیں شریعت میں حرام ہیں ان سے لازماً اور کلی طور پر اجتناب کریں۔ ساتھ ہی مکروہات سے بھی بچنے کی کوشش کریں۔ کیوں کہ تمام حرام اور مکروہ اشیاء یا تو ہمارے دین کے لیے یا ہماری اپنی ذات کے لیے، ہمارے گھر اور خاندان کے لیے اور انسانی معاشرہ کے لیے نقصان دہ ہیں۔ ان سے بچنے میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق کو اور خاص کر حق توحید کو یعنی اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی کے حق کو جو سب سے اوّل اور مقدم ہے، بجالاتے ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ اور دنیا وآخرت ہر دو جگہ میں امن وعافیت سے رہیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کے لیے خیر خواہ بنو۔

قرآن کریم جو الفاظ ومعانی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کے کلام الٰہی ہونے پر ایمان رکھو۔ "الحمد للہ" وہ ہر تحریف اور تبدیلی سے پاک ہے۔ یہ کتاب تمام سابقہ آسمانی کتابوں کے لیے ناسخ اور ان کی تعلیمات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئی ہے۔ جو قرآن کریم پر ایمان نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس کتاب کو دنیا وآخرت کی فلاح ونجات کا ذریعہ سمجھ کر پڑھنا، اس کو صحیح احادیث اور اقوال صحابہؓ اور ان کی تفسیر کی روشنی میں سمجھنا، اس پر عمل کرنا، اعمال حسنہ اور اخلاق کریمانہ کو اختیار کرنا اور برے اعمال واخلاقِ سیئہ جن کی قرآن نے نشاندہی کی ہے ان سے دامن بچانا، قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے معاملات حل کرنا اور کرانا اور قرآن کو اپنے قلبی امراض شرک وبدعات اور معاصی وسیئات جیسے امراض خبیثہ اور اسی طرح مختلف جسمانی امراض کا علاج اور ذریعۂ شفا سمجھنا قرآن کریم کے ساتھ خیر خواہی ہے۔ مسلمانوں کا اس سے بڑا ہی گہرا اور مضبوط رشتہ ہونا چاہیے۔ اس کتاب پر عمل پیرا ہو کر اسلاف کرام نے دنیا پر حکومت کی اور اسلام کی عظمت وشوکت کے جھنڈے گاڑے اور ہم اس قرآن سے بے اعتنائی کے سبب ذلیل وخوار ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے نصح وخیر خواہی کے مقامات میں یہ بھی فرمایا کہ نصیحت وخیر خواہی اللہ کے رسول کے لیے ہے۔ یعنی ہم آپ ﷺ کی نبوت ورسالت پر ایمان لائیں اور آپ کو آخری نبی ورسول جانیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ورسول قیامت تک نہیں آئے گا۔ اور جو اس قسم کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہوگا۔ آپؐ کی شریعت جو قرآن مجید اور آپؐ کی صحیح حدیثوں سے مکمل ہے، اس پر عمل پیرا ہوں۔ آپؐ کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق کریں، آپؐ کے حکموں کو بجالائیں، آپؐ کی منع کردہ چیزوں سے باز رہیں۔ آپ کے فرمودات پر کسی کے قول وفعل کو ترجیح نہ دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی بندگی آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق کریں۔ آپؐ کے فضل کا اعتراف کریں۔ آپ پر بکثرت مسنون درود پڑھا کریں اور خاص کر جمعہ کے دن درود شریف بکثرت پڑھنے کی حدیثوں میں ترغیب آئی ہے۔ آپؐ کا، آپؐ کی ازواج مطہرات اور آپؐ کے اہل بیت مومنین رضی اللہ عنہم اجمعین کا احترام اور توقیر واکرام ضروری سمجھیں۔ آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت کو جزو ایمان سمجھیں۔ یہ تمام باتیں حقوق مصطفیٰ ﷺ کے اندر داخل ہیں۔ ان حقوق کی ادائیگی اور مناسب توقیر کے منافی امور جو بے ادبی اور بدتمیزی سے عبارت ہیں، ان سے ہر حال میں بچیں اور گستاخی کرنے والوں سے سختی سے نمٹیں۔

نصح وخیر خواہی، مسلمانوں کے حکمرانوں کے لیے بھی ضروری ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ ان کے لیے صلاح واستقامت اور تمام معاملات میں درستگی اختیار کرنے کی دعا کی جائے۔ خیر کے کاموں میں ان کی اطاعت کو واجب سمجھیں اور جن کے ذمہ جو کام اور ڈیوٹی لگائی گئی ہے یا جو عہدہ ومنصب دیا گیا ہے اس کا پاس ولحاظ رکھیں اور مفوضہ ذمہ داریوں کو عمدہ طریقہ پر انجام دے کر اپنے حکمرانوں کے ساتھ تعاون کریں۔ عہدوں اور ذمہ داریوں کو امانت سمجھیں۔ ملک کی سالمیت اور امن وامان کو برقرار رکھنے میں حکمرانوں کا بھرپور تعاون کریں۔

خیر خواہی عام مسلمانوں کے لیے بھی ہم سے مطلوب ہے اور اس کا مطلب جیسا کہ ذکر کیا گیا؛ یہ ہے کہ ہم ان کے لیے وہ پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور جن چیزوں کو اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں، ان کے لیے بھی ناپسند کریں۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے شفقت کریں۔ گمراہوں کو راہ راست دکھائیں، جاہلوں اور غافلوں کی تعلیم وتذکیر کا فریضہ انجام دیں، بھلائی کا حکم کریں اور برائیوں سے روکیں، مشورہ دینے میں خیانت اور دھوکہ دہی سے ہرگز کام نہ لیں، بیع وشراء اور دیگر معاملات میں شرعی ہدایات کا ضرور خیال رکھیں۔ بدعہدی، وعدہ خلافی، غیبت وچغل خوری اور دوسروں کی حق تلفی اور عدل وانصاف میں منہ دیکھی وغیرہ سے پرہیز کریں۔ مگر افسوس کہ اس طرح کی واجب خیر خواہی آج مسلمانوں سے مفقود اور عنقا ہے، ہر طرف انانیت، خودغرضی، مکروفریب، تجارتی معاملات میں دھوکہ اور جھوٹ اسی طرح مقدمات میں جھوٹ بولنے اور جھوٹی گواہیاں پیش کر کے اپنے حق میں ناحق فیصلہ کرا لینے کا چلن عام ہے۔ ہمارے بیشتر کاروبار اس پر قائم ہیں۔ اعلیٰ عہدیداروں سے لے کر چپراسی تک کو رشوت کا چسکا لگ گیا ہے۔ مسلم معاشرہ میں بغض وحسد، کینہ کپٹ اور کبروغرور کا مظاہرہ عام ہے، العیاذ باللہ۔ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے، انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے محبوب اور چہیتا بندہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کے پاس اور بندوں کو اللہ تعالیٰ کے پاس محبوب بنادے اور ہر طرف نصح وخیر خواہی کا معاملہ کرتا پھرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زیادہ سے زیادہ نصح وخیر خواہی کے کاموں کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین!

❀❀❀

والدین کے حقوق

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اسلام کامل دین ہے۔ اس میں اچھائیوں اور برائیوں کی واضح اور خوبصورت نشان دہی کی گئی ہے۔ ان تعلیمات پر عمل کیا جائے تو زندگی میں سکون اور اطمینان ملتا ہے۔ ایک مرد اور عورت کی شادی ہوتی ہے تو ایک خاندان بنتا ہے اور رشتہ داریاں وجود میں آتی ہیں۔ رشتہ دار وہ ہوتے ہیں جن کا آپس کا تعلق خود خالق نے پیدا کیا ہے۔ اولین رشتہ دار تو والدین اور اولاد ہوتے ہیں جن میں فطری محبت رکھی گئی ہے۔ والدین اس محبت کے تحت اپنی اولاد کو ہر سہولت اور ضرورت دیتے ہیں۔ اُن کے آرام و آسائش کا دھیان رکھتے ہیں بچہ پیدائش کے ساتھ ہی ان کی محبت کا مرکز بن جاتا ہے۔ وہ ہر طرح اس کا خیال رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بعد اُس کے والدین ہی محسن اعظم ہوتے ہیں۔ بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو والدین کمزور اور ضعیف ہوتے ہیں۔ جس طرح چھوٹے بچوں کو ماں کی طرف سے ہر خدمت ملتی ہے اسی طرح اب اولاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے والدین کی ضروریات پوری کریں اور ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھیں۔ چونکہ اولاد کو ساری سہولتیں بلا معاوضہ ملتی ہیں لہٰذا وہ اس کی قدر نہیں کرتے اور ماں باپ کے احسان بھول جاتے ہیں۔ حالانکہ اسلامی تعلیمات کی اس بارے میں واضح ہدایات موجود ہیں۔

والدین کا ادب و احترام سکھایا گیا ہے۔ ان کے مقام اور مرتبے کو مبرہن کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کی توحید کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے: ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (النساء: 36) اور بس اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم ہے اسی طرح ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تلقین ہے۔ یہ بات سمجھنے میں بالکل آسان ہے کہ جنہوں نے سالہا سال تک خدمت کی ہو ان کے احسان کو یاد رکھنا اور اُس کا بدلہ چکانے کی کوشش کرنا تو اخلاقی تقاضا ہے جس کی یاد دہانی قرآن مجید میں ان الفاظ میں کی گئی ہے: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ﴾ (العنکبوت: 8) ''اور ہم نے انسان کو جتادیا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔''

حدیث میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ اگر والدین بت پرست بھی ہوں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ان کی خدمت کرنا لازم ہے۔ سیرت طیبہ میں کتنے ہی واقعات ملتے ہیں جن میں مسلمان اولاد کو اپنے غیر مسلم والدین کے حقوق پورے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ صرف شرکیہ باتوں سے روکا گیا ہے۔

ماں اور باپ دونوں کے ساتھ نیکی کرنے اور خدمت بجالانے کا حکم ہے مگر اس معاملے میں ماں کا درجہ باپ سے زیادہ ہے کیونکہ اُسے اولاد کی تربیت میں زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ قرآن مجید میں ماں کی تکالیف اور دکھوں کا خصوصی ذکر ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ماں کا حق زیادہ بتایا ہے۔ کسی نے آپؐ سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ میرے حسن معاشرت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں۔ دریافت کیا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔ عرض کی پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔ پوچھنے والے نے پوچھا پھر کون؟ اب آپؐ نے فرمایا تیرا باپ پھر جو ان سے قریب ہے۔ اگر ماں باپ کو خدمت کی ضرورت ہو تو ایسی صورت میں نوجوان کو جہاد پر جانے کے لیے والدین کی اجازت ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے نیک کاموں میں جہاد کا درجہ والدین کی خدمت گزاری کے بعد رکھا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آکر آپؐ سے جہاد میں جانے کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے فرمایا تمہارے ماں باپ ہیں۔ عرض کی جی ہاں۔ ارشاد ہوا تو پھر انہی کی خدمت کا فریضہ جہاد ادا کرو۔ آپؐ نے ماں کے قدموں تلے جنت فرمائی ہے اور باپ کو جنت کا دروازہ بتایا ہے۔

قرآن و حدیث کی تصریحات کے مطابق اولاد پر ماں باپ کی خدمت سب سے بڑی نیکی اور اہم کام ہے۔ ہر شخص پر بچپن آتا ہے اور پھر بے سمجھی اور غفلت کا زمانہ بھی آتا ہے چنانچہ اس دور میں والدین کی خدمت میں کوتاہی ہو جاتی ہے کیونکہ انسان تو خطا کا پتلا ہے۔ پھر انسان کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے عام طور پر اس وقت والدین وفات پا چکے ہوتے ہیں۔ اگر اولاد کو اپنی خطا یاد آتی ہے تو اب اس کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ان کے لیے بخشش کی دعا مانگا کرے۔ رحیم و کریم رب نے اپنے بندے کو وہ دعا بھی سکھائی ہے۔ جو شخص کبھی نافرمان ہوا تو اب اگر وہ والدین کے حق میں مغفرت کی دعا کرتا رہتا ہے اور اپنے نامناسب رویے پر نادم ہوتا ہے تو اس شخص کو نافرمان کی بجائے فرماں بردار لکھ دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کردہ دعا کے الفاظ اس طرح ہیں: ﴿رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾﴾ (بنی اسرائیل) ''اے میرے رب میرے ماں باپ رپ رحم فرما جس طرح انہوں نے میرے چھوٹے ہوتے میری پرورش کی۔''

اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ اس کی اپنی بتائی ہوئی دعا سے بہتر دعا اور کونسی ہوسکتی ہے۔ ماں باپ کا وجود اولاد کے لیے سراسر رحمت ہے۔ کیونکہ وہ ہمہ وقت ان کے خیرخواہ اور دعا گو ہوتے ہیں۔

❀❀❀

ضرورت رشتہ

☆ بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم BS-Textile Designing، قد 5 فٹ 5 انچ، شرعی پردے کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ اور برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور اور اس کے گردونواح سے رابطہ فرمائیں۔

برائے رابطہ: 0314-4313600

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

مفادات کے قیدی

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

مہنگائی کے طوفانوں کی شہ سرخیاں اب معمولات کا حصہ بن چکیں۔ مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آسان ہو گئیں۔ عوام کے دل بہلاوے اور تشفی کو وزیراعظم سادگی کے وعدے یا دعوے کر رہے تھے۔ اس دوران سینیٹ میں جماعت اسلامی کے سینیٹر مشتاق احمد خان نے بہت سے بھانڈے پھوڑ دیے۔ ملک کو معاشی ابتری کی دلدل سے نکالنے کے لیے ججوں، جرنیلوں اور قانون سازوں کی مراعات ختم کرنے کے لیے آواز اٹھائی۔ انہوں نے ایک دستاویز لہراتے ہوئے اسے پڑھنا شروع کیا۔ آپ بھی ملاحظہ فرمایئے اور سر دھنیے۔

کوشش کریں کسی طرح جج بن جائیں اور آپ کے بھی سارے دِلدّر دور ہو جائیں (اور قوم کے شروع ہو جائیں!) ریٹائرڈ جج ماہانہ 10 لاکھ پنشن پاتے ہیں۔ دو ہزار روپے کے مفت بجلی کے یونٹس انہیں ملتے ہیں ماہانہ۔ (جس سے ایک چھوٹی فیکٹری چل سکتی ہے۔) یادش بخیر! ایک مرتبہ ایسے ہی ایک گھر میں کمرے سے نکلتے ہوئے خاتونِ خانہ کو متوجہ کیا کہ ایئر کنڈیشنز بند کر دیں۔ محترمہ نے فرمایا، ہماری بجلی مفت ہے۔ انہیں یاد دہانی کروانی پڑی کہ آپ کے لیے مفت ہے، اس بل کی ادائی عوام (یعنی ہماری جیب) سے ہوگی۔ اسی پر بس نہیں 300 لٹر مفت پٹرول ماہانہ ہم انہیں فراہم کرتے ہیں۔ ریٹائر ہو کر یہ گھر آرام فرمائیں یا انہیں بگھیاں فراہم کر دیں۔ (شاہانہ بگھی کا کروفر بھی بہتیرا ہوتا ہے مگر پٹرول کی بچت تو ہوگی۔) فون کی بھی تین ہزار ماہانہ کی سہولت مفت میسر ہے۔ ادھر کابینہ کے ممبران کے زیر استعمال 60 بلٹ پروف لگژری گاڑیاں ہیں۔ ان سے اوپر کے حکام کے پاس جو گاڑیاں ہیں ان میں تیل کی کھپت ٹرک کے برابر ہے۔ سینیٹر نے ایوان کو بتایا کہ ڈیڑھ لاکھ سرکاری گاڑیاں مفت پیٹرول سے بھری جاتی ہیں۔ ایسے میں دنیا کی سب سے بڑی کابینہ 87 وزراء پر مشتمل کشکول بردار پاکستان کی ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جو عوام سے کہتا ہے: میں نے کہا کہ شہر میں پانی کا قحط ہے، اس نے کہا کہ پیپسی کولا پیا کرو!

زبانِ خلق کی سنئے۔ عوام ایڑیاں اٹھا اٹھا کر افغانستان میں پیدل چلتے، عوام کی خدمت کرتے وزراء کو دیکھ کر ان کی تمنا کرنے لگ گئے ہیں۔ اگر یہ نقارۂ خدا بن گیا تو حال کیا ہوگا؟ اشرف غنی کابینہ کی طرح ہمارے والے بیرون ملک خدانخواستہ ریستورانوں میں بیرا گیری کریں گے یا پیزا ڈیلیوری بوائے بنیں گے؟ اس طرح تو ہوتا ہے! یا پھر ابصار عالم کے معاصر روزنامے میں کالم میں ہمارے شاہوں کی سواری باد بہاری کی بے چارگی کا عالم بھی کم عبرت ناک نہیں۔ ''نقلِ کفر، کفر نہ باشد''۔

لکھتے ہیں: 'پچھلے دنوں جنرل باجوہ اور ان کے صاحبزادے کو دبئی میں مٹرگشت کرتے ہوئے سڑک کراس کرنے کے لیے ریڈ سگنل پر بغیر حفاظتی کمانڈوز کے انتظار کرتے دیکھ کر میرا کمزور دل ٹوٹ ہی گیا۔' پھر وہ محض کچھ ہی ہفتوں پہلے تک گھنٹوں پہلے سے ان کی آمد کے لیے شاہراہیں بند ہونے کے مناظر کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ساتھ ہی پوری کہانی ان کے بیٹے کی نتھی ہے کالم میں۔ وہ غلطی سے جنرل کی گزرگاہ پر کھڑے ہو کر فون کرنے کا جرم کر بیٹھا اور پھر وی آئی پی موومنٹ میں دخل در معقولات پر اسے جوتوں ٹھڈوں کی نوک پر لیا گیا اور وہ نفسیاتی مریض بن گیا اس جرم کے ہاتھوں! (پاکستان، 11 فروری، 2023ء)

کمال تو یہ ہے کہ یہی ہمارے بہت بڑے بڑے مقتدرین ہیں جن کی آئی ایم ایف سے ملی بھگت کو قوم بھگتتی ہے۔ ہماری چندھی آنکھوں میں دھول جھونکتے ان کے بیانات ملاحظہ ہوں۔ مثلاً پچھلے دنوں چیئرمین فارن ایکس چینج نے ڈالر ریٹ بڑھنے کا ذمہ دار افغانستان کو ٹھہرا دیا کہ 'وہ ہماری معیشت ختم اور ہمارے ریزرو کو خالی کر رہا ہے!' سبحان اللہ! کیا منطق ہے۔ ان کی کرنسی مضبوط ہے۔ صاف ستھری کرپشن سے پاک تجارت کو حلال کی بابرکت روزی پر پُرسکون بیٹھے ہیں باوجودیکہ مغرب ان کے اربوں ڈالر پر قابض ہے۔ ننھا سا ملک ایٹمی پاکستان کے ریزرو کھا رہا ہے؟ یہ تو ہاتھی والی کہانی ہوئی۔ ہاتھی نے نہر کنارے مینڈک کو آواز دی کہ ذرا پانی سے نکلو میں دیکھوں تم نے میرا پاجامہ تو نہیں پہن رکھا؟ اب رقیب روسیاہ آئی ایم ایف فریبی خوشامد کر کے ہمارے مسکین عوام سے ہمدردی جتا رہا ہے۔ کہتا ہے: 'غریب عوام کو فائدہ دینے کے لیے سبسڈیز کا منصفانہ نظام ہونا چاہیے (جو خود آئی ایم ایف نے ختم کرائیں!) ایک تہائی لوگ سیلاب سے متاثر ہیں۔ دولت کی منصفانہ تقسیم ہونی چاہیے۔' (فی الحال تو یہ عالمی منافقانہ ملی بھگت کے سوا کچھ نہیں ہماری چٹنی بنانے کو۔)

بیس سالہ امریکی دوستی بلکہ غلامی نے ہمیں کہیں کا نہ چھوڑا۔ دنیا پرستی، حب جاہ و مال نے ہمارا کردار اقدار اطوار تباہ کر ڈالے۔ رگ و پے میں ڈالر پرستی نے حرام کی چراگاہوں کا عادی بنا دیا۔ مومن کی تو دنیا ہی جدا ہے! کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور۔ صاحب ایمان کے ساتھ ربط ضبط رکھنے والا تو گھوڑا بھی صاحب کردار ہوتا ہے! مثال دیکھیے۔ ایک پارسا پر رشوت کا الزام آ گیا۔ اس نے تفتیشی افسر سے کہا: باہر میرا گھوڑا کھڑا ہے اسے چوری کا چارہ لا کر ڈال دو۔ اگر وہ چوری کا چارہ (حرام) کھا لے تو مجھ پر الزام سچا ہوگا! آزمایا گیا اور گھوڑے نے چوری کے چارے سے منہ پھیر لیا! مالک الزام سے بری کر دیا گیا! ان کی گاڑیاں اس گھوڑے جیسی سچی ہوتیں تو قومی خزانے (مال یتیم کے برابر حرمت!) کے پیٹرول پر چل نہ پاتیں، کھڑی کھڑی ہچکیاں لیتی رہتیں!

اکیسویں صدی کا آغاز جس دجل فریب بھری نامراد دہشت گردی کی جنگ سے ہوا، اس کے حقائق ہمہ گیر کھل کر سامنے آ رہے ہیں۔ اب مسلسل امریکا میں آتشیں اسلحے سے اموات نے انہیں لرزا کر رکھ دیا ہے۔ روزانہ 110 اموات گن شاٹ (اندھا دھند فائرنگ جا بجا) سے ہو رہی ہیں۔ یعنی سالانہ 40150 اموات تو خود امریکی اپنوں کی شوقیہ گولیوں کی بھینٹ چڑھتے ہیں۔ نائن الیون میں مارے جانے والے 3 ہزار سے کہیں زیادہ تو سالانہ خود اپنوں ہاتھوں مر رہے ہیں۔ انہوں نے افغانستان، عراق، شام، یمن، صومالیہ، مالی، شمالی افریقہ میں جنگوں کا قہر ان تین ہزار کی آڑ میں مچا ڈالا؟ جھوٹ فریب کی اس جنگ نے امن عالم تباہ کر دیا۔ ملکوں، معیشتوں کو اجاڑ دیا۔ ہماری آبادی کم کرنے کو اب خاندانی منصوبہ بندی نہیں معاشی منصوبہ بندی جاری ہے۔ ادویہ کی قیمتوں میں 350 فیصد اضافے سے زائد کی سمری تیار ہے، مریضوں کو

کند چھری سے ذبح کرنے کی۔ ٹائیفائڈ، ملیریا، زکام سے احتراز فرمایئے ورنہ جیتے جی بیماری سے بڑھ کر قیمتوں کے ہاتھوں صدمے سے ہی مرجائیں گے۔ 687روپے کا انجکشن 3216 روپے میں، کلوروکوائن فاسفیٹ 431روپے سے بڑھ کر 1323روپے میں۔ آنکھوں کی دوا 26روپے کی اب 73 میں پڑے گی۔ پیاز کاٹ کر آنکھیں دھولیں۔ (بشرطیکہ پیاز سستا ہو۔) دالوں پر مبارکباد آئی کہ اب 25روپے سستی ہوگئیں۔ ساتھ ہی خبر تھی کہ (پکا کر کھائیں گے تو) ایل پی جی 15روپے مہنگی ہوگئی ہے!

مشرف کی کارگزاریوں پر قوم کا حساس طبقہ (اندرون وبیرون ملک) قومی اعزاز سے اس کی تدفین اور قومی وسائل کے استعمال پر سخت برہم ہوا۔ کہیں بلند آہنگ اور کہیں مظلوموں کی آہیں اور کراہیں اٹھیں۔ بہ زبان حال کہتا رخصت ہوا......

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا!

دہلی کی حویلی والا ہو یا آخری مغل تاجدار، چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات! رہے نام اللہ کا۔ امریکی دہشت گردی کی جنگ کے مظالم اور گناہ جاریہ میں سے شرمناک ترین گناہ 22 کروڑ عوام کے جیتے جی قوم کی لائق ہونہار پاکباز بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کا فراعنہ کی قید میں 2094ء تک کی سزا میں مقید ہونا ہے۔ اس کا تذکرہ گورے وکلاء، صحافی، حقوق انسانی کے ذمہ دار آئے دن کر کے ہمیں شرمسار کرنے کی (ناکام) کوشش کرتے ہیں۔ برطانیہ کے ایسے ہی ایک فرد کلائیو اسٹیفورڈ اسمتھ نے اسے امریکی نظام انصاف پر دھبا قرار دیا ہے۔ ٹیکساس کی جیل (جو اصلاً بہت بڑی فوجی بیس کا حصہ ہے۔) میں جرمِ بے گناہی پر عافیہ قید ہے۔ تشدد کے ذریعے اس پر جرم تھوپا گیا ہے۔ اسے گولی ماری گئی قید میں۔ منہ پر ٹھڈا مار کر اوپر کے سامنے تمام دانت توڑے گئے۔ اسے مسلسل زیادتی، مار پیٹ، نیند سے محرومی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جھوٹی جنگ کا کریہہ ترین چہرہ بے گناہ عافیہ کی صورت ہے۔ ہماری ہر حکومت نظریں چراتی رہی ہے۔ مکافاتِ عمل میں ملک ڈبونے کو یہ بھاری جرم کافی ہے۔ مستزاد یہ کہ ہم پھر امریکا کی گود میں بیٹھ کر انگوٹھا چوستے ڈالروں کی فرمائش کر رہے ہیں!

ہر اک ہے یہاں اپنے مفادات کا قیدی
آئے کوئی اور یہ دیوار گرا دے

❀❀❀

امیر تنظیم اسلامی کا حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام خطاب عام

تنظیم اسلامی کے حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام جامع مسجد شادمان کراچی میں خطاب عام کیا۔ امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ نے کہا کہ نظریۂ پاکستان سے انحراف پاکستان کے غیر مستحکم ہونے کی بنیادی وجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی بنیاد ''پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ'' پر رکھی گئی تھی۔ قیامِ پاکستان کے وقت جس چیز نے رنگ، نسل، زبان اور کلچر کے مختلف ہونے کے باوجود مسلمانوں کو جوڑا تھا وہ کلمہ طیبہ ہی تھا۔ مصورِ پاکستان علامہ اقبال اور بانی پاکستان قائداعظم کے پیش نظر اسلامی نظریہ کی بنیاد پر ایک ریاست کا قیام تھا۔ لیکن گزشتہ پون صدی کے دوران ہم نے نہ تو اسلام کی طرف کوئی قابل ذکر پیش قدمی کی بلکہ پاکستان کے قیام کی اساس کو بھی بری طرح مسخ کر ڈالا۔ جس کے باعث ہم پر عذاب کا پہلا کوڑا 1971ء میں برسا اور ملک دولخت ہوگیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس دھچکے کے بعد پوری قوم انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ کرتی اور ہر خاص وعام پاکستان کو حقیقی معنوں میں ایک ایسی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے تن من دھن لگا دیتا۔ تاکہ مسلمانانِ پاکستان دین اسلام کے مطابق زندگی گزار سکیں اور دنیا کے سامنے عدل وقسط پر مبنی ایک معاشرہ قائم کر کے دکھائیں۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے سیاستدانوں، مقتدر حلقے اور عوام نے کوئی سبق نہ سیکھا اور صاف دکھائی دیتا ہے کہ آج بھی ملک میں اسلام کے نفاذ کے لیے کوئی سنجیدہ نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اپنا مستقبل سنوارنا چاہتے ہیں تو ہمیں ملک میں دین کو قائم و نافذ کرنے کی عملی جدوجہد کرنا ہوگی تاکہ ہم دنیا اور آخرت دونوں میں سرخرو ہوسکیں۔ (رپورٹ: ذیشان حفیظ خان، ناظم نشرواشاعت (حلقہ) کراچی شمالی)

حلقہ پنجاب جنوبی کے زیر اہتمام ملتان شہر میں مظاہرہ

29 جنوری 2023ء کی شام عصر تا مغرب وہاڑی چوک ملتان پر دو مقامی تنظیم (1) ممتاز آباد (2) نیو ملتان نے رفقاء کے ساتھ مل کر ایک مظاہرہ کا اہتمام کیا، جس کا موضوع تھا: ''سویڈن اور ہالینڈ میں توہین قرآن''۔ اس مظاہرہ میں دونوں تنظیم کے تقریباً 50 رفقاء نے شرکت کی۔ مظاہرہ میں رفقاء بینرز اور ٹی بورڈ اٹھا کر اپنا احتجاج ریکارڈ کروا رہے تھے۔ بینرز پر حرمت قرآن کے حوالے سے سلوگن اور قرآن واحادیث کی عبارتیں لکھی ہوئی تھیں۔

(رپورٹ: محمد عبداللہ قادری)

حلقہ سرگودھا کے زیر اہتمام سہ ماہی تربیتی اجتماع

حلقہ سرگودھا کے زیر اہتمام سہ ماہی تربیتی اجتماع کا انعقاد مرکز تنظیم اسلامی مسجد بیت المکرم میانوالی میں ہوا۔ جس میں میانوالی، جوہرآباد، شاہ پور اور سرگودھا سے مجموعی طور پر 43 رفقاء اور 8 احباب نے شرکت فرمائی۔ پروگرام کی تفصیل کچھ یوں ہے:

29 دسمبر 2022ء، پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب تلاوتِ قرآن حکیم ونعتِ رسولِ کریم ﷺ سے ہوا۔ میانوالی تنظیم کے رفیق حمید اللہ نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔

بعد نمازِ مغرب تا عشاء: شرقی تنظیم کے ناظم دعوت مولانا عامر نے ''فریضہ اقامتِ دین اور سنت کا جامع تصور'' کے موضوع پر نہایت پُراثر خطاب فرمایا۔ انہوں نے سیرتِ مطہرہ کی روشنی میں سمجھایا کہ اقامتِ دین کی محنت ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنی زندگی میں اس کے لیے کوشش کرنی ہے تاکہ ہم دنیا وآخرت میں فلاح پاسکیں۔

نمازِ عشاء اور کھانے کے بعد رفقاء کو موجودہ ملکی سیاست اور تنظیم اسلامی کا موقف کے موضوع پر بانی محترم کا خطاب بذریعہ ملٹی میڈیا سنوایا گیا۔ خطاب کے بعد نقیب منفرد اسرہ جوہرآباد خالد وسیم نے اسی موضوع پر مذاکرہ کروایا۔

نائب امیر حلقہ ڈاکٹر جاوید اقبال نے ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے موضوع پر مذاکرہ کروایا، اس کے بعد رات آرام کا وقفہ ہوا۔

and Indian National Congress that represented Hindu sentiment. Yet the Indian Congress in connivance with the British, violated this agreement in the case of Kashmir.The people of Jammu and Kashmir who were overwhelmingly Muslim, had no doubt that their state would become part of Pakistan. After all, not only the people's sentiment but even their culture, geography, history and physical links, such as postal service, telegraph etc., were all linked with Pakistan.

Naturally, India's illegal occupation of the state led to an uprising by the Kashmiris and a war between India and Pakistan. Since then, three wars have been fought between the two countries and ceasefire along the Line of Control (LoC) remains tenuous. Indian troops frequently shell border villages on the Pakistani side killing innocent Kashmiris.There are 11 UN Security Council resolutions calling for a plebiscite (referendum) in Kashmir so that the people can freely exercise their right to self-determination. India has not only refused to hold a referendum that it had initially proclaimed publicly before the whole world, Delhi unilaterally abrogated articles 370 and 35A of the Indian constitution in August 2019. These had conferred special status to Kashmir and blocked settlement of non-Kashmiris in the state.

Since then, some 3.5 million non-Kashmiri Hindus have been illegally settled in Kashmir. The intent is clear: dilute the population of Kashmir so that if a referendum is held in the future, the Kashmiris would not have a clear majority. This policy of social engineering has gone hand-in-hand with the crushing of all forms of dissent in Kashmir. Journalists, academics, doctors and even school children are targeted and imprisoned or killed.These developments make it even more imperative to highlight the plight of the Kashmiris and express solidarity with their just struggle for freedom.

Courtesy:*https://crescent.icit-digital.org /articles/solidarity-with-kashmiris-under-indian-occupation*

صبح 4:45 پر رفقاء واحباب نے بیدار ہو کر انفرادی نوافل وتلاوتِ قرآنِ حکیم کا اہتمام فرمایا۔ 5:30 پر دعائے استخارہ وحاجات کے حفظ کا اہتمام تین گروپس کی شکل میں کیا جو آذانِ فجر تک جاری رہا۔

بعد نمازِ فجر محترم عبد الرحمٰن نے ''سورۃ الشوریٰ کی آیات 36 تا 43'' کی روشنی میں درس قرآن دیا۔ اس کے بعد اشراق اور ناشتے کا وقفہ ہوا۔

صبح 8:15 پر پروگرام دوبارہ شروع ہوا۔ میانوالی تنظیم کے نقیب اسرہ یاسر عرفات نے ''مومن کا طرزِ عمل'' کے موضوع پر درس حدیث دیا۔

راقم الحروف نے ''احسانِ اسلام کے تقاضے'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

بانیٔ محترمؒ کا ویڈیو خطاب: ''تنظیم اسلامی کیا اور کیوں؟'' کے موضوع پر بذریعہ ملٹی میڈیا رفقاء کو سماعت کروایا گیا۔

پروگرام کے آخر میں امیر حلقہ نے اپنے تاثرات کا اظہار فرماتے ہوئے رفقاء کی پروگرام میں دلچسپی کو سراہا۔ انہوں نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کا شکر بجالاتے ہوئے رفقاء کو اپنی تنظیمی ذمہ داریاں بھرپور طور پر ادا کرنے اور نظم کی پابندی، سمع وطاعت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اس کی ترغیب وتشویق دلائی اور رفقاء کا پروگرام میں آمد پر شکریہ ادا کیا۔

پروگرام کے آخر میں تنظیم شرقی کے مولانا عامر نے خطابِ جمعہ ارشاد فرمایا۔ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اللہ سبحانہٗ سے دعا ہے کہ تمام رفقاء و احباب کی حاضری کو منظور فرمائے اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔

(رپورٹ: ہارون شہزاد ناظم نشر واشاعت حلقہ سرگودھا)

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے ''شعبہ تحقیق اسلامی'' (IRTS)
کے زیرِ انتظام ابلاغِ عامہ وافادۂ عام کی ویب سائٹس

موبائل فون/آئی فون ایپس

- محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تمام کتابیں موبائل فون پر مطالعہ کرنے کے لیے گوگل پلے سٹور پر لکھیں:
  Tanzeem Digital Library
- بیان القرآن کی آفیشل ایپ حاصل کرنے کے لیے گوگل پلے سٹور پر لکھیں:
  Bayan ul Quran - Dr Israr Ahmad IRTS
- محترم پروفیسر حافظ احمد یارؒ۔ لغات واعراب قرآن پر ایپ سے استفادہ کے لیے گوگل پلے سٹور پر لکھیں:
  Lughat o Aerab e Quran

Solidarity With Kashmiris Under Indian Occupation

While much of the world's attention is focused on the war in Ukraine, more than 8 million Kashmiris continue to languish under the heavy boot of Indian military occupation. Unlike Ukraine, unfortunately, little or no attention is paid to the plight of the Kashmiri people.There are several reasons for this double standard. Ukraine is in Europe; its people are white and Russia that is involved in military operations is considered an enemy of the west. The people of Jammu and Kashmir are not white. In the western racist mindset, they are not worthy of attention. Even worse, their larger 'sin' is that the vast majority of Kashmiris are Muslim. And that is a category of people who are up to no good, as far as the west is concerned. Kashmir's occupier, India, is courted by the western world because of its economic growth.

Two-thirds of the state of Jammu and Kashmir has been under India's military occupation since October 1947. Britain, the departing colonial power, had much to do with creating this problem. The people of Kashmir have categorically rejected India's illegal occupation of their state.The Kashmiris have endured more than seven-decades of suffering and oppression. Their suffering should be highlighted regularly to expose Indian crimes.

According to Kashmiri journalist Gowhar Geelani, Kashmir Day has been observed historically right from 1932. It was first proposed by the then Kashmir Committee. Geelani was quoting the Srinagar-based international law expert, Dr Sheikh Showkat Hussain, who wrote in February 2017:"In the 1930s, the day was observed to express camaraderie with the Kashmiris' struggle against the autocratic Dogra ruler Maharaja Hari Singh. In present day context, Kashmir Day is being celebrated to show solidarity with the struggle of Kashmiris against India."

Since 1989, more than 96,000 Kashmiris have been murdered by the 900,000 Indian occupation troops. Rape of women and girls is also used as an instrument of oppression and terror. The Kashmir Media Service, one of the most authentic sources of news on Jammu and Kashmir, reports that by the end of December 2022, 11,256 girls and women had been raped by Indian troops since February 1989.

One of the most horrific cases of gang rapes occurred on the night of February 23, 1991. Members of the Central Reserve Police Force (CRPF), an unruly mob of Hindu fanatics in uniform, raided the twin villages of Kunan and Pushpora in the remote Kupwara district of Kashmir.The heavily armed soldiers took all the men and boys out into the freezing cold and held them at gunpoint while they went from house to house, searching allegedly for "militants" but in actual fact, committed gang rapes. Girls as young as seven years old and women as old as 70 were raped.Despite repeated calls by the Kashmiris and human rights organizations, both Indian and international, for an investigation into the Kunan-Pushpora crime, the matter was dismissed. No one has been held accountable much less charged with this heinous crime.

The Kashmiris are suffering because they demand the right of self-determination, a fundamental right of every human being. This has been denied to them since 1947. According to the partition plan of British-ruled India, Muslim majority areas were to become part of Pakistan while Hindu majority areas would form part of India. This formula was accepted by the leaders of the two movements—the All-India Muslim League that led the Pakistan movement

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.09

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore